منہج حرکی: سیرت نگاری کا جدید رجحان

(منتخب کتب سیرت کا تنقیدی مطالعہ)

محمد علیم*

محمد سجاد**

قرآن حکیم میں اللہ تعالی نے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۱) فرما کر رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کو ہمارے لیے نمونہ عمل قرار دیا ہے۔ قرآن حکیم اور صاحب قرآن کی سیرت کی مکمل حفاظت کا اہتمام اللہ تعالی کی طرف سے کیا گیا۔ قرآن حکیم کے پیغام کو سمجھنے کے لیے اور بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اس کے احکامات کی تفسیر و تشریح کے لیے، سنت اور سیرت طیبہ سے بڑھ کر کوئی اور رہنما نہیں ہو سکتا تھا۔ لہذا سیرت نبوی ﷺ پر ہر زمانہ کے علماء نے کتب لکھیں اور اپنے اپنے زمانے کو سیرت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں دیکھا اور ہدایت پائی اور اپنی خوش بختی اس بات میں سمجھی کہ انہیں سیرت پر قلم اٹھانے کی توفیق نصیب ہوئی۔ چنانچہ دور صحابہؓ سے لے کر آج تک بیشمار کتب ہر دور میں لکھی گئیں۔ اس کے علاوہ سیرت نگاری میں عمل تکثیر کا تعلق قرآن پاک کے فرمان وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (۲) سے نہایت قوی ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی محبت چونکہ ایمان کی علامت اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کا ذریعہ بھی ہے اس لیے بھی ہر دور کی طرح اس دور میں بھی علماء کی کوشش رہی کہ وہ سیرت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کریں۔ اسکے علاوہ دیگر اسباب نے ملکر دور حاضر میں سیرت نگاری کو نئی جہتوں اور رجحانات سے آشنا کیا۔

سیرت نگاری کے جدید رجحانات کا تعلق دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ عالم اسلام میں واقع ہونے والی اہم سیاسی اور تاریخی تبدیلیوں سے بھی ہے، جن میں استعمار کا بیشتر مسلم ممالک پر قبضہ اور اور بعد ازاں خلافت جیسے مرکزی ادارہ کا خاتمہ شامل ہیں۔ خلافت کے خاتمہ نے مسلم دنیا پر بے پناہ اثرات مرتب کیے۔ مسلم دنیا جو سیاسی طور پر پہلے ہی یورپی استحصال کا شکار تھی۔ جذباتی اور روحانی طور پر بھی مفلوج ہو کر رہ گئی۔ لیکن تاریخی حقیقت یہ

* مکان نمبر D1-4-278 نیو ٹاؤن شپ، لاہور، پاکستان۔

** ایسوسی ایٹ پروفیسر / چیئرمین شعبہ اسلامی فکر، تاریخ و ثقافت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان۔

ہے کہ اس قوم کے مزاج میں اللہ تعالیٰ نے مستقل غلامی اور شکست پر قناعت نہیں لکھی۔اور یہ قوم صاحبان فکر و نظر کے وجود سے کبھی بھی خالی نہیں رہتی، لہذا امت میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے مسلم قوم کی نشاۃ ثانیہ کا خواب دیکھا اور اس کی تکمیل میں لگ گئے۔ انڈونیشیا سے لے کر مصر تک بیک وقت اسلامی دنیا میں آزادی اور احیائے اسلام کی تحریکات وجود میں آنے لگیں(۳)، حتیٰ کہ مغربی ممالک کے اندر بھی ایسی تنظیمات کی بناء رکھی گئی۔ مثلاً پیرس میں ۱۹۰۵ء میں" الحركة السلفية " کی بناء رکھی گئی۔(۴)اس سے قبل جمال الدین افغانی "العروة الوثقی" کے ذریعے بیداری کا پیغام عام کرچکے تھے۔جمال الدین افغانی کے اثرات اور دیگر عوامل کے ملنے سے ہی مصر میں اخوان المسلمون کی بناء پڑی، جو دیگر بہت ساری تحریکات کیلئے مؤجب تحرک بنی۔ ایک اور تحریک "جماعت اسلامی" برصغیر کے مخصوص سیاسی وتجدیدی حالات سے احیائے اسلام کا علم لے کر اٹھی اور اپنے اثرات اور عالمی نقطہ نظر کے اعتبار سے وقت کی اہم تحریکات میں شامل ہوگئی۔علاوہ ازیں یورپ میں قومی حکومتوں کے وجود، ایشیا اور افریقہ میں بعد از استعمار وطنی ریاستوں کے ابھرنے اور جمہوریت کے بین الاقوامی سطح پر، مسلمہ اصول تسلیم کیے جانے کے بعد مطالعہ سیرت کی ایک ایسی جہت سامنے آئی، جس میں نبی پاک ﷺ کی زندگی کو سیاسی وانقلابی جدوجہد کے ادوار میں تقسیم کرکے دیکھا اور پڑھا جانے لگا۔اوراس سے سیاست کے اہم اصول وضع ہونے لگے، تاکہ خلافت کے خاتمہ کے بعد مسلمان اپنا سیاسی لائحہ عمل تیار کرسکیں۔اس سے ایک اہم مقصد یہ بھی حاصل کرنا مقصود تھا کہ اسلامی تحریکیں سیرت کی روشنی میں اپنے کارکنوں کی تربیت کرسکیں۔ اس رجحان کو سیرت نگاری کا " حرکی رجحان" کہا جاتا ہے۔

منہج سے مراد راستہ، طریقہ اور روش کے ہیں(۵)، جبکہ حرکی عربی گرائمر کی رو سے صفت نسبتی ہے۔ جس کی جمع حرکیات ہے اور اس کا مطلب و معنیٰ حرکت پذیر، متحرک وغیرہ کے ہیں۔یہ سیرت نگاری کا ایک ایسا طریقہ ہے، جس میں سیرت نبوی ﷺ کے حرکی وسیاسی پہلو کو مدنظر رکھا جاتا ہے یا ان اقدامات کا قدم بہ قدم مطالعہ کیا جاتا ہے جن کو بروئے کار لاتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے اسلام کو اپنے خاندان سے آغاز فرما کر تمام عرب اور بیرون عرب تک پھیلایا اور بڑھایا۔ڈاکٹر منیر محمد العضبان المنهج الحركی کی تشریح یوں کرتے ہیں۔

(۱)- الخطوات المنهجية التي تحرک بها النبی مند بعثة حتی انتقل الی الرفيق الاعلی

(۲)- هو من جهت ثانية تبصرة للحركة الاسلامية فی خطها السياسی للوصول الی اهدافها فی اقامة حكم الله فی الارض(٦)-

منہج حرکی میں بعض جدید اصطلاحات مثلاً حرکت، تحریک اور انقلاب کا استعمال عام ہے اور ان ہی اصطلاحات کے آئینہ میں سیرت کو دیکھا جاتا ہے، اس منہج کی کتب کو پیش نظر رکھ کر مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ "منہج حرکی سے مراد سیرت نگاری کا ایسا جدید اسلوب ہے، جس میں نبی پاک ﷺ کی زندگی کو آپ کے مشن کے تناظر میں ایک تحریک یا انقلاب کے کامل نمونہ کے طور پر پڑھا اور بیان کیا جاتا ہے۔ آپ کے ان تمام اقدامات، جن کا تعلق دین کی نشر واشاعت اور غلبہ و تمکن سے ہے، کا مرحلہ بہ مرحلہ مطالعہ، اس غرض سے کیا جاتا ہے کہ جدید دور کی اسلامی احیائی تحریکیں، اس سے اپنے لائحہ عمل کیلئے اسوہ حاصل کر سکیں اور اپنے کارکنان کی تربیت کر سکیں۔ نیز اس منہج کے تحت سیرت نبویؐ کے سیاسی پہلوؤں کا جدید سیاسی حرکیات واصطلاحات کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ بھی کیا جاتا ہے تا کہ بعثت نبوی ﷺ کی آفاقیت کو ثابت کیا جائے(۷)۔

2۔ اسباب و محرکات

یہ رجحان اس وقت کا مقبول رجحان ہے۔ جس پر برصغیر، مغرب اور عالم عرب میں بیسیوں کتب آ چکی ہیں۔ اس رجحان کے درج ذیل اہم اسباب ہیں۔

(ا)۔ مغربی، سیاسی و انقلابی اصطلاحات کا چیلنج

منہج حرکی مغربی استعمار و استیلاء کے خلاف رد عمل کی ایک کیفیت کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ ڈاکٹر سجاد محمد رقمطراز ہیں:

> بیسویں صدی عیسوی میں خلافت عثمانیہ کے زوال کے بعد عالمِ اسلام پر سامراجی قوتوں کا غلبہ ہو گیا۔ یورپی افکار و نظریات نے مسلمانوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ مسلم معاشرہ اور نوجوان، مغربی تہذیب و تمدن کی ظاہری چمک دمک کے دام میں گرفتار ہو گئے۔ تمام مسلم ممالک اغیار کی ذہنی و عملی غلامی میں مبتلا ہو گئے، سیاسی، معاشی، تہذیبی اور دینی زوال کے سبب نئی نسل دینی شعار اور اسلامی تہذیب و تمدن سے کوسوں دور ہوئی۔ ان حالات میں سامراجی قوتوں نے اسلامی نظام حکومت ختم کر کے سامراجی طرزِ حکومت کو جاری وساری کر دیا۔ رنگ و نسل اور قوم و وطن، زبان و علاقہ کے تعصبات کو ابھار کر مضبوط اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔ اس اضطرابی حالت میں دین اسلام کا درد رکھنے والوں نے آگے بڑھ کر نشاۃ اسلام کے لیے عالمِ اسلام میں دعوتی و اصلاحی تحریکوں کا آغاز کیا،

ان تحریکوں نے دعوت و تجدید کا بیڑا اُٹھایا، امت کی فکری و عملی رہنمائی کی اور شکست خوردگی کا احساس ختم کیا، مسلمانوں کے اندر خودداری و اعتماد کو پروان چڑھایا، اور ملت اسلامیہ کے احیاء اور اقامت دین کے عملی نفاذ کو اپنا منشور بنایا اور آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع کرتے ہوئے اسلامی دعوتی تحریکات نے ایسا دعوتی و اصلاحی لٹریچر تیار کیا جو سیرت رسول ﷺ سے مستنیر تھا۔ خصوصاً رسول اللہ ﷺ کی مکی و مدنی زندگی کے مختلف مراحل دعوت کو پیش نظر رکھا گیا۔(۸)

۲۔احیائی تحریکوں کی ضرورت

سیرت نگاری کا یہ جدید رجحان اسلامی نشاۃ ثانیہ کیلئے کام کرنے والی تحریکوں کی نہ صرف بنیادی تربیتی ضرورت ہے بلکہ اجتماعی رہ نمائی کیلئے رول ماڈل کے خدوخال بھی واضح کرتا ہے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی رقمطراز ہیں:

"بیسویں صدی مسلمانوں میں تجدید اور احیاء کی تحریکات کا دور ہے۔ بہت سی اسلامی اور دینی تحریکات مشرق مغرب اور عرب وعجم میں سامنے آئیں۔ جن کی کوشش یہ تھی کہ اسلامی روایات کو زندہ کر کے مسلمانوں کا احیاء کیا جائے۔ اسلامی معاشرہ اور ریاست کا احیاء کیا جائے۔ قدیم اسلامی آئیڈیل کے مطابق مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تشکیل نو کی جائے۔ اس تجدیدی اور احیائی ماحول میں سیرت نبی ﷺ پر ایک نئے انداز سے غور وخوض شروع ہوا۔ سیرت نبی ﷺ کے رول ماڈل ہونے کو نمایاں کیا گیا۔ اس سے کام لے کر تجدیدی اور احیائی ادب نے سیرت میں ایک نئی معنویت پیدا کی "(۹)

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی لکھتے ہیں: ۔

"عہد حاضر کے تقاضوں نے سیرت نگاری کے اسلوب کو متاثر کیا ہے۔ حضور ﷺ کی دعوت اور عالم انسانیت کے لئے آپ ﷺ کی سیرت کی اہمیت پر سرسید سے سید سلیمان ندوی تک ہمارے ارباب قلم نے بہت کچھ لکھا ہے۔ ہمارے دور میں قیام نظام اسلامی کے لئے جو عملی جدوجہد کی جارہی ہے اس کی وجہ سے اسلامی تحریکوں کے وابستگان دامن کے لئے سیرت رسول ﷺ ایک تسلی اور ایک تشفی بلکہ ایک بشارت بن گئی ہے "(۱۰)

۳۔ارتقاء سیرت کی ایک کڑی

وقت کے ساتھ ساتھ زندہ علوم اپنے ارتقاء کی منازل طے کرتے رہتے ہیں اور مختلف اندرونی وبیرونی اثرات قبول کر کے مختلف رجحانات واسالیب اختیار کرتے رہتے ہیں۔ علم سیرت مسلمانوں اور غیر مسلموں کی

یکساں توجہ کا مرکز ہے اور ہر زمانہ میں مقبول و متداول رہا ہے۔ یہ علم اقتضاء زمانہ سے بہت متاثر ہوتا ہے۔(۱۱) بیسویں صدی میں علم سیرت نے درجنوں نئے اسالیب ورجانات اختیار کیے۔ دور جدید میں علماء نے سیرت کے ایسے ایسے پہلو قارئین کے سامنے رکھے جن کی طرف گزشتہ تیرہ سو سال میں محققین اور سیرت نگاروں کی توجہ نہیں ہوئی۔(۱۲) ان میں سے ایک رجحان، حرکی رجحان بھی ہے۔ ڈاکٹر محمد شکیل صدیقی لکھتے ہیں: ۔

"سیرتی ادب میں انقلابی و تحریکی رجحان کا محرک وہ سیاسی و نظریاتی و فکری ارتقائی عمل ہے جس نے سیرت نگاری میں نہ صرف نئے رجحان متعارف کروائے بلکہ سیرت رسول ﷺ سے مسلمانوں کے مسائل و مشکلات کے حل کے لیے علمی، عملی اور فکری رہ نمائی کا سامان بھی فراہم کیا"(۱۳)

۴۔ مستشرقین کے اثرات

مستشرقین نے ہمارے ہاں کے تمام علوم وفنون اور معاشرتی وتہذیبی رویوں پر اثرات مرتب کیے ہیں۔ منہج حرکی میں چونکہ اسلام کو بطور تحریک اور انقلاب کے دیکھا جاتا ہے۔ اور نبی پاک ﷺ کی دعوت کی مرحلہ بہ مرحلہ اس طرح تشریح کی جاتی ہے کہ وہ تحرک، تدبر، تدریج اور ارتقاء ریاست کی آئینہ دار ہو جاتی ہے۔ اس میں بعض اوقات سیرت نگار یا قاری کی نظروں میں بقول ناقدین، نبی پاک ﷺ کا منصب نبوت پس منظر میں چلا جاتا ہے۔(۱۴) اور تدبر وتحرک اور سیاسی وسفارتی اقدامات پورے ماحول پر چھائے ہوئے لگتے ہیں۔ سیرت کی سیاسی اور حرکی جہت پر مبالغہ آمیز حد تک زور دینے والے مسلم سیرت نگاروں پر مستشرقین کی ان تحریروں کے اثرات محسوس کیے جاسکتے ہیں، جن میں انہوں نے نبی پاک ﷺ کی نبوت کا اقرار کرنے کی بجائے، آپ ﷺ کے سیاسی تدبر کا واضح اعتراف کیا ہے، اور حقیقت نبوت پر پردہ ڈالتے ہوئے نبی پاک ﷺ کا دنیا کے عظیم مصلحین اور قائدین سیاست سے موازنہ کیا ہے۔ ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں کہ یہ ان کا پسندیدہ موضوع ہے(۱۵) مستشرقین کی آنحضور ﷺ کو محض ایک مصلح ثابت کرنے کی کوشش کے اثرات ہمارے پرانے اور نئے سیرت نگاروں نے قبول کیے۔ یہ اثرات ہمیں چراغ علی کے یہاں سب سے پہلے نظر آتے ہیں۔ عزیز احمد لکھتے ہیں: ۔

"تاریخی پس منظر میں رسول ﷺ کے کار منصبی کے متعلق چراغ علی کا بیان بنیادی طور پر اسلام کے ہم درد علماء مغرب مثلاً سر ہملٹن گب کی نگارشات سے مختلف نہیں ہے۔ وہ نبی ﷺ کو اولاً

ایک مصلح قرار دیتے ہیں، جس نے قدیم عربوں کے توہمات کی جگہ وحدانیت کو دے دی، عربوں اور دوسری اقوام کے اخلاقی معیار کو بلند کر دیا اور تعدد ازدواج کو محدود کر کے عورتوں کے مقدر کو بہتر بنا دیا، غلامی کی حوصلہ شکنی کی اور بچیوں کے قتل کا انسداد کیا" (۱۶)

سید امیر علی بھی مغربی سیرت نگاروں کی طرح حضرت محمد ﷺ کی دو جداگانہ حیثیتوں یعنی پیغمبر اور مدبر ہونے کی دوہری شخصیت، کو تسلیم کرتے ہیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کی حیات طیبہ اور انتظامی امور کی ایک فہرست ترتیب دی، جس میں آپ کے فیصلوں کو بجائے پیغمبرانہ ہونے کے، مدبرانہ گردانا ہے۔ (۱۷) آنحضور ﷺ کے صرف دنیاوی کاموں کی تحسین کرتے ہوئے مصلح کہنے کی مثال ہمیں مولانا الطاف حسین حالی کے یہاں بھی ملتی ہے، لکھتے ہیں:

"کیا یہ بات خیال میں آسکتی ہے کہ جس شخص (آنحضور ﷺ) نے اس نہایت ناپسند اور حقیر بت پرستی کے بدلے، جس میں اس کے ہم وطن مدت سے ڈوبے ہوئے تھے۔ خدائے واحد برحق کی پرستش قائم کرنے سے بڑی بڑی دائم الاثر اصلاحیں کیں مثلاً دختر کشی کو موقوف کیا، نشے کی چیزوں کے استعمال کو اور قمار بازی کو، جس سے اخلاق کو بہت نقصان پہنچتا ہے، منع کیا، بہتات سے کثرت ازدواج کا اس وقت رواج تھا، اس کو بہت کچھ گھٹا کر محدود کیا۔ غرض، کیا ایسے بڑے سرگرم مصلح کو ہم فریبی ٹھہرا سکتے ہیں؟ اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس شخص کی تمام کاروائی مکر پر مبنی تھی" (۱۸)

منہج حرکی کا ایک ذیلی رجحان واقعات سیرت کو قرآن حکیم کے نزول کے مراحل کی روشنی میں دیکھنا اور اس سے تحریک اسلامی، انقلاب یا سیاسی عمل کے مراحل وادوار کا تعین کرنا بھی ہے۔ اس رجحان پر مستشرقین کی تحقیقات کے اثرات کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ مستشرقین نے قرآن حکیم کی بنیادی ترتیب پر اعتراض کیا اور اس بات پر اصرار کیا کہ قرآن اور اسلام کی دعوت کو صرف اسی صورت سمجھا جا سکتا ہے، جب قرآن حکیم کو ترتیب نزول کے مطابق مرتب کر لیا جائے۔

مستشرقین کے ان دعاوی کا ہمارے یہاں یہ اثر ہوا کہ ڈپٹی نذیر احمد نے اپنے ترجمہ قرآن کی ہر سورت پر ترتیب تلاوت اور ترتیب نزول درج کیں، جسے یعقوب حسن مدراسی اور سید معروف شاہ شیرازی نے اختیار کیا۔ ان کے بعد پروفیسر اجمل نے ۱۹۴۰ میں ایک مضمون بعد ازاں ۱۹۵۰ میں ایک کتاب کی صورت میں ترتیب قرآن کو اپنے طور پر ترتیب نزولی سے مرتب کیا اور اسی ترتیب سے سیرت کا مطالعہ کرنے کی کوشش کی (۱۹) جسے

دیکھتے ہی مولانا عبد الماجد دریابادی نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔(۲۰) پروفیسر اجمل کی اس تحقیق کی مولانا عبید اللہ سندھی نے بہت تعریف کی اور ان کے ایک شاگرد الطاف جاوید نے ان اثرات کو قبول کرتے ہوئے نزول قرآن کی روشنی میں ''انقلاب مکہ'' نامی کتاب لکھی۔

الغرض درج بالا آراء وحقائق یہ ثابت کر رہے ہیں کہ منہج حرکی کی بعض جہتوں مثلاً انقلاب کے مراحل کا تعین اور آنحضور ﷺ کی سیاسی حیثیت کو بہ اصرار نمایاں کرنے، پر مستشرقین کے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

(۵)۔ دعوتی رجحان کے اثرات

سیرت نگاری کے حرکی رجحان پر دور جدید کے ایک نمایاں اور مقبول "دعوتی رجحان" کے اثرات بھی نمایاں ہیں۔ اس کی کچھ وجوہات ہیں: اول، یہ کہ دعوتی اور حرکی رجحانات پر سیرت لکھنے والوں کا مقصد ایک جیسا ہی ہے کہ وہ سیرت کے واقعات سے نہ صرف اپنے کارکنوں کی تربیت کر سکیں بلکہ افراد اور معاشرے کی تربیت سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں کریں اور اسلامی نظام حیات کا جامع تصور پیش کرتے ہوئے اسے عصری ضرورتوں اور تقاضوں سے ہم آہنگ کریں۔ دوم، یہ کہ ان دونوں رجحانات پر لکھنے والے اکثر وبیشتر لکھاری جماعت اسلامی، اخوان المسلمین یا ان کی فکر سے متاثر دیگر جماعتوں سے تعلق رکھنے والے ہی ہیں۔ سوم، یہ کہ ان دونوں رجحانات میں ایک قدر مشترک یہ بھی ہے کہ ان دونوں میں سیرت نبوی ﷺ کو مراحل میں تقسیم کرکے دیکھا جاتا ہے۔

حرکی ودعوتی رجحان میں فرق

حرکی رجحان کی پہچان سیاسی مسائل سے بحث ہے، جو کبھی دین کی سیاسی ومعاشرتی تعبیر تک چلی جاتی ہے، تاہم اس رجحان میں حیات نبوی ﷺ کے مختلف مراحل میں ادارہ جات کی بناوٹ اور ریاستی وتحریکی کامیابیوں کا ذکر ہوتا ہے، جن میں جنگی اور سفارتی ہر دو اقسام شامل ہوتی ہیں۔ اسکے علاوہ جب کامیابیوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو حضور ﷺ کے حسن تدبر اور سیاسی وعمرانی بصیرت کو نمایاں کرکے یہ بتایا جاتا ہے کہ کس مرحلہ تحریک میں کس مخالف کو زیر یا مطیع کیا گیا اور کتنا رقبہ مملکت اسلامی میں داخل ہوا۔ جبکہ دعوتی رجحان میں مراحل دعوت کے ساتھ ساتھ مناہج دعوت کا ذکر زیادہ نمایاں طور پر ہوتا ہے اور آپ ﷺ کے حسن اخلاق، اعلی کردار، نفسیات شناسی، شفقت ورحمت کے ساتھ تبلیغ اور دلوں کو مسخر کرنے کے طریقوں کا واضح بیان ہوتا ہے۔ جبکہ کامیابیوں کے ضمن میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کے حسن اخلاق نے کتنے قبائل اور لوگوں کے قلوب واذہان کو متاثر کیا۔ یعنی

رقبہ اور علاقہ کی تسخیر کی بجائے افراد اور اذہان کی تسخیر پیمانہ ٹھہرتی ہے۔ البتہ خلط مبحث کی بناء پر دعوتی کتب سیرت کو حرکی کتب سیرت سے جدا کرنا مشکل ہے۔الاَّ یہ کہ حرکی کتب میں خالصتاً سیاسی و تحریکی انداز آجائے ورنہ عام کتب دعوت، حرکی رجحان ہی کا پرتو لیے ہوئے ہوتی ہیں۔ایک مثال سے ان دونوں رجحانات کے فرق کو واضح کرتے ہیں، مثلاً ذیل کا اقتباس دعوتی رجحان کی نمائندگی کرتا ہے:۔

"بہر حال امن کے اس مرحلے پر جو صلح حدیبیہ کے بعد شروع ہوا تھا۔ مسلمانوں کی اسلامی دعوت پھیلانے اور تبلیغ کرنے کا اہم موقع ہاتھ آگیا تھا، اس لیے میدان میں ان کی سرگرمیاں تیز تر ہو گئیں جو جنگی سرگرمیوں پر غالب رہیں۔ لہٰذا مناسب ہو گا کہ اس دور کی دو قسمیں کر دی جائیں۔

ا۔ تبلیغی سرگرمیاں اور بادشاہوں کے نام خطوط ۲۔ جنگی سرگرمیاں

پھر بے جا نہ ہو گا کہ اس مرحلے کی جنگی سرگرمیاں پیش کرنے سے پہلے بادشاہوں اور سربراہوں کے نام خطوط کی تفصیلات پیش کر دی جائیں کیونکہ طبعی طور پر اسلامی دعوت مقدم ہے۔ بلکہ یہی وہ اصل مقصد ہے جس کے لئے مسلمانوں نے طرح طرح کی مشکلات و مصائب، جنگ اور فتنے، ہنگامے اور اضطرابات برداشت کیے تھے۔(۲۱)

اسی تناظر میں حرکی رجحان کا اقتباس ملاحظہ ہو:۔

"سو کہنا چاہیے کہ قریش جیسے کڑے دشمنوں کو مصالحت پر لے آنا، حضورا کرم ﷺ کی سیاست کاری کا ایک نمایاں معجزہ تھا اور ایک شرط میں بظاہر ذرا سے دب کر حضور ﷺ نے وہ فوائد اور نتائج حاصل کر لیے، جن کا تصور بھی قریش اس وقت نہ کر سکے ہوں گے۔ اُنہیں کب یہ خیال آسکا ہو گا کہ اب ایک طرف ان کے حامی یہودیوں کا جنگی اڈہ اکھڑ جانے والا ہے اور وہ اکیلے رہ جائیں گے اور دوسری طرف اسلام لوگوں کو، اتنی بڑی تعداد میں کھینچ لے جائے گا، بلکہ خود ان کے شہر میں اتنے اثرات پھیلا دے گا کہ ان کی طاقت کا موجودہ معیار سے بھی گر جائے گی"(۲۲)

سیرت طیبہ کے دعوتی اور حرکی رجحان پر لکھنے والوں کی اکثریت کا تعلق سیاسی وانقلابی جماعتوں سے ہے، جن کی تحریروں میں حرکی اور دعوتی رجحان کا ایک آمیزہ سا نظر آتا ہے اور وہ واقعات سیرت کے بیان کے ساتھ ساتھ ان پر دعوتی وسیاسی انداز میں تبصرہ کرتے جاتے ہیں۔ ان تحریروں سے ایک مخصوص جماعتی ذہن کی عکاسی ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ جماعت یا تحریکی تنظیم سے وابستہ نہ ہوں تو پھر ان کی تحریریں تحقیقی اور عقلی انداز کی حامل ہوتی

ہیں۔ مثلاً دعوتی رجحان میں مولانا وحید الدین خان کی کتب اور حرکی رجحان کے تحت ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کتب اور تحریریں بطور مثال پیش کی جاسکتی ہیں۔

3۔ حرکی رجحان کی کتب

حرکی رجحان کی سیرت نگاری کے مطالعہ میں تین طرح کی کتب سیرت زیر مطالعہ آتی ہیں۔

(۱)۔ تحریکوں سے وابستہ لوگوں کی کتب سیرت جن کی غالب اکثریت، اخوان المسلمون اور جماعت اسلامی اور دیگر تحریکوں سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کتب کے مواد میں روایات سیرت کا اخذ وانتخاب پایا جاتا ہے اور صرف سیرت کے ان ہی واقعات کو لیا جاتا ہے جو حرکی یا انقلابی نقطہ نظر سے ہم آہنگ ہیں۔ انداز بیان اور اسلوب تحریر میں تخاطب، تحرک اور جوش وولولہ پایا جاتا ہے۔ ان میں درج ذیل کتب کا نام لیا جاسکتا ہے: حیات طیبہ ﷺ از ابوسلیم محمد عبدالحئی، محسن انسانیت ﷺ از نعیم صدیقی ،السیرۃ النبویہ ﷺ۔ دروس عبر۔ ازڈاکٹر مصطفی السباعی، انسان کامل ﷺ ازڈاکٹر خالد علوی، داعی اعظم ﷺ از مولانا محمد یوسف اصلاحی، رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب از سید اسعد گیلانی، المنهج الحركى للسيرة النبوية ﷺ از ڈاکٹر منیر محمد العضبان، محمد عربی ﷺ از محمد عنایت اللہ سبحانی، منہج انقلاب نبوی ﷺ از ڈاکٹر اسرار احمد، نظام مصطفی ﷺ اور تصور دین اور حیات نبوی ﷺ کا سیاسی پہلو ازڈاکٹر محمد طاہر القادری، اسلامی قیادت از خرم مراد، مصطفوی ﷺ مدنی عالمی ریاست از فاروق احمد وغیرہ

(۲)۔ دوسری قسم ان مصنفین کی کتب سیرت کی ہے جنھوں نے سیاست وریاست نبویؐ اور سیرت کے سیاسی پہلو کو تحقیقی انداز میں اپنی کتب میں پیش کیا ہے۔ ان کے یہاں اگرچہ تحریکی اصطلاحات تو موجود ہیں مگر جوش وولولہ کی بجائے ہوش اور تحرک کی بجائے تحقق کا رنگ نمایاں ہے۔ ان میں درج ذیل کتب نمایاں ہیں: رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی اور، عہد نبوی ﷺ کا نظام حکمرانی از ڈاکٹر محمد حمید اللہ، الدولة في عهد الرسول العربي از ڈاکٹر صالح احمد العلی ،رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی از اسد سلیم شیخ، عہد رسالت ﷺ میں معاشرہ اور مملکت کی تشکیل از ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی، عہد نبوی ﷺ میں ریاست کا نشو و ارتقاء از ڈاکٹر نثار احمد وغیرہ

(۳)۔ تیسری قسم ان مصنفین کی کتب سیرت پر مشتمل ہے جنہوں نے اپنے مخصوص نظریات وتصورات کے اظہار کیلئے یا زمانہ کے رجحان سے متاثر ہو کر انقلاب، حرکت یا سیاست نبوی ﷺ پر اپنی نگارشات پیش کی ہیں۔ان میں رسول اکرم ﷺ کی انقلابی سیرت از مولانا اخلاق حسین قاسمی، مخزن انقلاب از ڈاکٹر شمس الحق اور انقلاب مکہ از الطاف جاوید کا نام لیا جاسکتا ہے۔

ذیل میں اول الذکر گروہ کی چند کتب سیرت کا اجمالی تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

ا۔ محسن انسانیت ﷺ

کتاب 'محسن انسانیت' نعیم صدیقی (۱۹۱۶۔۲۰۰۲) کی تالیف ہے،(۲۳) جو ایک معروف شاعر اور نثر نگار ہونے کے ساتھ اسلامی ادب کے علم برداروں میں شمار ہوتے ہیں۔جماعت اسلامی پاکستان کے رہنما اور سید ابوالاعلی مورودی کے دست راست رہے۔

محسنِ انسانیت ،سیرت پاک پر لکھی گئی کتب میں منفرد پہچان رکھتی ہے۔ پچھلے ۵۰سال میں یہ کتاب اُردو، بنگالی اور اراکان زبان میں پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش اور اراکان میں ایک لاکھ سے زائد کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔یہ کتاب منہج حرکی کے حوالے سے رجحان ساز کتاب کا درجہ رکھتی ہے

کتاب کے مندرجات

کتاب محسن انسانیت پانچ ابواب، تین ضمیمہ جات ، ایک مقدمہ پر مشتمل ہے۔کتاب کے شروع میں عرض ناشر کے بعد ادارہ مطالعہ و تحقیق نے گزارش احوال،مؤلف کی طرف سے ''حروف آغاز'' اور ''چند الفاظ'' سید ابوالاعلی مودودی کی طرف سے دیباچہ اور ماہر القادری کی ''تقریظ'' شامل ہے۔اس کے بعد مصنف نے ص ۳۳ سے لے کر ص ۸۹ تک اٹھاون صفحات کا طویل مقدمہ سیرت شامل کیا ہے اور آخر میں ''واقعات سیرت کی ترتیب زمانی'' ''اولیات و تقدمات'' اور '' تحریک اسلامی کی عددی نشونما'' کے نام سے ۱۷ صفحات پر مشتمل ضمیمہ جات، اور ایک صفحہ کی فہرست '' چند کتب حوالہ'' درج کی ہے۔ابواب کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

علماء کی آراء: ڈاکٹر محمد شکیل صدیقی لکھتے ہیں:۔

''محسن انسانیت کوانقلابی و تحریکی رجحان کی جامع الصفات کتاب قرار دیا جاسکتا ہے۔ محسن انسانیت اور دیگر کتب سیرت میں ایک جوہری فرق ہے۔دیگر کتب میں انقلابی و تحریکی رجحان

کی جز وی صفات و خصوصیات ملتی ہیں ،جب کہ محسن انسانیت میں انقلابی و تحریکی فکر و شعور کو مہمیز دینے والے جملہ عناصر و لوازم، دینی و روحانی جذبہ اور جذبوں کو جنوں اور دلوں کو سوز گذار دینے والی تحریک، زندگی میں حرکت و حرارت پیدا کرنے والی روانی ، وجود کو بیدار و متحرک کرنے والی لہر، جسم و جان، مال و دولت اور گھر بار کی قربانی کے لئے آمادگی ،مقصد کی صداقت کا کامل ایمان اور اسکے حصول کے لئے سعی مسلسل، عملی و تاریخی حقائق و واقعات کی بصیرت اور اور اثر انگیز اسلوب و بیان کی قدرت بیک وقت موجود ہے"(۲۴)۔

سیرت کا حرکی پہلو

مصنف نے سیرت کو اس طرح پیش کیا ہے کہ وہ اسلامی تحریک کے شب و روز کی داستانِ دلپذیر بن گئی ہے۔مصنف نے کتاب کے شروع میں شبلی نعمانی کی طرز پر جو مقدمہ لکھا ہے، اسے سیرت کی بجائے منہج حرکی کا مقدمہ کہا جائے تو زیادہ درست بات ہو گی۔ذیل میں مذکورہ مقدمہ اور کتاب کے اقتباسات کی روشنی میں مصنف کے اسلوب کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

مصنف، حرکی رجحان کے بارے رقمطراز ہیں:۔

"اسلام کا تحریکی شعور برابر اس ضرورت کو محسوس کرا رہا تھا کہ دنیا کے سب سے بڑے انسان، محمد ﷺ کی زندگی کا مطالعہ نئے انداز سے کیا جائے۔ایک ایسا اندازجو سرور عالم اور آج کے انسان کے درمیان حائل ہونے والے مختلف پردوں کو اٹھادے۔وہ مقدس زندگی مجرد فرد کی سوانح نہیں ہے ،بلکہ وہ عظیم ترین تہذیب کی آئینہ دار ہے۔اس کے واسطے سے ہم قرآن کا ترجمہ عمل کی زبان میں پڑھ سکتے ہیں اور اسی کی روشنی میں ہم اجتماعی انقلاب کی کٹھن راہوں کو طے کرسکتے ہیں،جن پر سے ہو کر انسانیت اسلامی نظام کی جنت تک پہنچ سکتی ہے"(۲۵)

نبی پاک ﷺ کی جدو جہد کا موازنہ دنیا کے لیڈروں، حکمرانوں اور انقلابیوں سے کر کے آپ ﷺ کے کارنامے کی عظمت کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"تاریخ کے وسیع دائروں پر نظر ڈالیں، تو اس میں ہمیں کئی مصلحین دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن جب ہم ان کی تعلیمات، کارناموں اور ان کے پیداکردہ مجموعی نتائج دیکھتے ہیں تو اگر کہیں خیر و فلاح دکھائی دیتی ہے، تو وہ جزئی قسم کی ہے۔اس کے اثرات زندگی کے کسی ایک گوشے پر ابھرتے ہیں۔ پھر خیروفلاح کے ساتھ طرح طرح کے مفاسد ترکیب دکھائی دیتے ہیں۔انبیاء کے ماسوا کوئی عنصر تاریخ میں ایسا نہیں دکھائی دیتا جو انسان کو، پورے کے پورے انسان کو، اندر سے بدل سکا ہو۔حضور ﷺ کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی دعوت نے پورے کے پورے اجتماعی انسان کو اندر سے بدل دیا اور صبغۃ اللہ کا ایک ہی رنگ مسجد سے لے کر بازار تک، مدرسے سے عدالت تک اور گھروں سے میدانِ جنگ تک چھا گیا۔..... یہ اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ اس کی مثال کسی دوسری جگہ نہیں ملتی"(۲۶)

دین کو تحریک قرار دیتے ہوئے اسے حضور ﷺ کی انتھک محنت کا ثمر قرار دیا ہے، لکھتے ہیں:۔

اقامت دین کو خدا کا انعام کہہ کر اگر کوئی شخص رسول خدا ﷺ کی جدوجہد ، جانفشانی، حکمت و بصیرت اور سیاسی شعور کی نفی کرنا چاہتا ہے تو وہ بڑا ظلم کرتا ہے۔۔۔حضور کا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے نیکی کی دعوت دی۔نیکی کے غلبہ کے لئے جدو جہد کی اور ایک مکمل نظام قائم کر دیا۔یہ کام مذہب کے محدود تصور کے دائرے میں نہیں سما سکتا۔یہ دین تھا، یہ تحریک تھی!!(۲۷)

مؤلف نے کشمکش حق و باطل کے فریق تمام گروہوں کا نفسیاتی تجزیہ خاص طور پر کیا ہے۔ اسلامی انقلاب کا دوسرے انقلابات سے موازنہ بھی کیا ہے۔ مصنف نے اسلامی نظریہ جہاد کی تشریح قرآن حکیم کی مدد سے کرتے ہوئے کفار کے ساتھ مسلمانوں کی جنگوں کو سول وار قرار دیا ہے۔(ص۳۸۵)۔ مصنف نے بیعت عقبہ کو قصر اسلامی کی پہلی اینٹ، تحویل قبلہ کو انقلابی موڑ، اور خطبہ حجۃ الوداع کو تحریک اسلامی کا اجتماع عظیم قرار دیا ہے۔مؤلف کا نقطہ نظریہ ہے کہ جب جنگ ناگزیر ہو اور صورت حال "تم نہیں یا ہم نہیں" والی ہو تو جنگ کے دفاعی یا جارحانہ ہونے کی بحث بیکار ہے (ص۳۸۳)۔ مصنف نے کتاب میں یوں تو تحریک اسلامی کی ہر خصوصیت کو نمایاں کیا ہے مگر خاص طور پر جماعت

کی تربیت ، نظم و ضبط، ٹریننگ اور اطاعت کو ماحول کے تناظر میں نفسیاتی تجزیہ کے ساتھ پیش کیا ہے۔ مؤلف تحریک اسلامی کو روم و ایران کے مقابلے میں تیسری طاقت کہتے ہوئے انقلاب کا محرک توحید اور مقصد بعثت اقامت دین کو قرار دیتے ہیں ،نیز دین کے وسیع تصور میں سیاسی اقتدار کو شامل کرتے ہوئے ایک حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں (ص ۴۷) اسکے علاوہ جناب نعیم صدیقی نے سیرت کے سیاسی اور عالمی پہلوؤں کو "محسن انسانیت ﷺ" میں خاص طور نمایاں کیا ہے۔

اسلوب

۱۔ مؤلف نے اس کتاب میں بہت سی نئ اصطلاحات ایجاد کی ہیں۔

۲۔ واقعات کی حرکی تشریح کی ہے

۳۔ تحریک اور سیرت کو ایک انسانی واقعہ بنا کر پیش کیا ہے، تاہم گا ہے گاہے معجزات کا ذکر بھی کیاہے مثلاً سراقہؓ بن مالک کا واقعہ، حضرت عدیؓ بن حاتم کو مستقبل کی خبر دینا، حضرت حاطبؓ کے خط کو پکڑنا ، فضالہؓ بن عمر کو اُس کے ارادہ قتل کی خبر دینا وغیرہ۔

۴۔ مؤلف کا اندازیہ ہے کہ وہ ایک عمومی بیان دے کر اُس کا تجزیہ کرتے ہیں اور پھراس پر دلائل لاتے ہیں۔

۵۔ معرکہ حق و باطل کے بیان میں اور مختلف گروہوں کی نفسیات کی ظاہر کرنے کے لئے قرآنی آیات کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے استدلال کیاہے اور نزول قرآن اور سیرت کا ربط پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

۶۔ جدید اصطلاحات اور زبان استعمال کی ہے۔

۷۔ بعض مقامات پر اردو کے معروف مگر ادبی لحاظ سے کم تر محاوروں کے استعمال سے اپنا مقصد ومدعا کو واضح کرتے ہیں مثلاً آنکھوں پر ٹھیکری رکھنا (ص ۱۴۱)، دھونی رمانا (ص ۱۴۵)، تم نہیں یا ہم نہیں (ص۳۸۳) مونگ دلنا(ص ۴۰۴)، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی (ص ۴۴۹)، جتی ستی (ص ۵۷۱) وغیرہ چند مثالیں ہیں۔

۸۔ انگریزی اصطلاحات کا استعمال بھی کافی کیا ہے، کبھی اردو مترادف کے ساتھ تو کبھی مجرد

۹۔ ضرورت پڑنے پر مختلف واقعات کو اپنے مدعا کے بیان کے لیے دوبارہ لاتے ہیں۔مثلاً عدی بن حاتم کا ایمان لانے کا واقعہ دو بار ذکر کیا گیا ہے۔(ص ۵۸۶، ص ۴۷۹)

۱۱۔ واقعات سیرت کوترتیب زمانی کے بجائے مضمون کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے اور پہلے ہونے والےواقعات کو بعد میں، اُن کے متعلق ابواب میں ذکر کیا ہے۔مثلاً فتح مکہ کا ذکر پہلے ہے اور حدیبیہ اور سلاطین کو خطوط کاذکر بعد کے ابواب میں ہوا ہے۔

۱۲۔ نبی پاک ﷺ کے صرف ان تعلقات اور رشتہ داریوں کا منتخب ذکر کیا ہے، جو تحریک اسلامی سے سرگرم تعلق رکھتے ہیں (ملاحظہ ہوں صفحات ۵۶۲،۵۶۶)

۱۳۔ قرآنی آیات کو اپنے مخصوص مقام نزول سے جوڑ کر اُس کی تفہیم تمام زمانوں اور گروہوں کے لئے کرتے ہیں۔مثلاً وَ اذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰيكُمْ وَ اَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(۲۸۔)کو بدر کے نتائج میں لاکر لکھتے ہیں:" یہ آیت در حقیقت ہر دور کی اسلامی تحریک کے دو بڑے ادوار کو عیاں کرتی ہے۔(۱) قلت اور ضعف اور خوف و خطر کا دور (۲) جماؤ،مضبوطی، اقتدار، فاتحانہ اقدام اور معاشی فلاح کا دور۔

۱۴۔ سیرت کونئے نئے عنوانات دیئے ہیں جو اس سے پہلے استعمال نہیں ہوئے۔

تبصرہ

مؤلف کے اپنے بیانات، کتاب کے اقتباسات اور علماء کی آراء ،کتاب کے منہج کو سمجھنے کیلئے کافی ہیں نیز کتاب کے یکے بعد دیگرے آنے والے ایڈیشن عوام میں اس کی مقبولیت کی واضح شہادت ہیں ،تاہم اس کتاب کے اسلوب پر درج ذیل تحفظات کا اظہار ضروری ہے:۔

۱۔ محترم مؤلف نے ہر واقعہ کو ازاول تا آخر تحریکی رنگ میں رنگ دیا ہے،جس کی مثالیں کتاب کے ہر صفحہ پر موجودہیں۔

۲۔ ایک طرف مؤلف کا دعویٰ ہے کہ" آپ ؐ کی سیرت ایک ایسے بڑے یا مشہور آدمی کی داستان نہیں ہے، جیسے لوگوں کو مشاہیر کے سوانحی سلسلوں میں گنوایا جاتا ہے۔یہ ہستی بڑے اور مشہور آدمیوں سے بہت اوپر کی ہے "(ص۲۶) دوسری طرف مصنف نے جس طرح سیرت کو پیش کیا ہے وہ محض ایک ایسے بڑے آدمی کی سیرت ہی دکھائی دیتی ہے۔انہوں نے یہ تو بلا شبہ درست کہا کہ"

آپ ﷺ کی سیرت کے مدد سے ایک حاکم، ایک امیر، ایک وزیر، ایک افسر، ایک ملازم، ایک آقا، ایک سپاہی ایک تاجر، ایک مزدور، ایک جج، ایک معلم، ایک واعظ، ایک لیڈر، ایک ریفامر، ایک فلسفی، ایک ادیب ہر کوئی یکساں درس حکمت و عمل لے سکتا ہے۔ وہاں ایک باپ کے لئے، ایک ہم سفر کے لئے، ایک پڑوسی کے لئے یکساں نمونہ موجود ہے (ص ۷۱) مگر خود مؤلف نے اپنی کتاب میں دوسری تمام حیثیتیں بھلا کر صرف ایک لیڈر کی حیثیت سے اسوہ پیش کیا ہے۔

۳۔ مؤلف نے باربار نبی پاک ﷺ کے لئے واحد کا صیغہ اور مجرد نام استعمال کیا ہے۔ مختصر اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ لکھتے ہیں

"اس جماعت یا قوم کا اجتماعی ماحول زمین کے کسی ایک چپے پر بھی گواہی نہیں دیتا کہ میں محمدؐ کے دیئے ہوئے اصولوں اور قائم کردہ روایات کا آئینہ دار ہوں"(ص۲۷)

" انہوں نے محمدؐ کی قیمتی شخصیت کو جانچنے اور اسکے پروگرام کو پرکھنے کی بجائے ضد، تعصب، حسد اور کینہ کے محاذ قائم کر لئے" (ص۲۸)

" مسلمانوں کے عمل و کردار کے رنگوں سے سیرت محمدؐ کی ایک غلط تصویر تیار کی جانے لگی" (ص۲۹)

" یہ ہے تاریخ انسانیت میں محمدؐ کا مقام۔۔۔ تاریخی گواہی دیتی ہے۔ کہ وہ سب سے بڑا تاریخ ساز تھا۔(ص۳۰)

جماعت صحابہ کے لئے بھی مختلف القاب استعمال کئے ہیں مثلاً انقلابی پارٹی (ص ۲۲۷)۔

غرض اس طرح کے القاب اور صیغہ کا استعمال ادب نبویؐ اور مقام صحابہؓ کے کہیں فروتر ہے۔

۴۔ کہیں کہیں فکری تضاد بھی پایا جاتا ہے، جس کی مثال یہ ہے کہ ایک طرف انہوں نے یہ گلہ بھی کیا ہے کہ دنیا افلاطون و سقراط، ڈارون، میکاولی، مارکس، فرائڈ اور آئن سٹائن سے تو استفادہ کرتی نظر آتی ہے۔ مگر نبی پاک ﷺ سے مخالفت ہے۔ مؤلف کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے سیرت نگاری میں انہیں ایک مذہبی و قومی جتھے کا رہ نما بنا کر پیش کیا ہے (ص۷۲) کتاب کے مطالعہ سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ مؤلف کی اپنی سیرت نگاری کا نمونہ ہی حق و باطل کی کشمکش کا ہے ۔مؤلف نے اپنی

کتاب میں یہ ثابت کیا ہے کہ حق و باطل کی یہ آویزش ازل سے اسی طرح ہے اور انہوں نے اس آویزش کے کرداروں کو متعین کیا ہے اور کہا ہے کہ ہر جگہ یہی کاروائی، یہی مراحل، یہی لوگ ہوتے ہیں۔ پھر سوچنے کی بات ہے کہ افلاطون و سقراط یا ڈارون و آئن سٹائن نے ایسا کیا کیا ہے کہ دنیا اُن کی مخالفت کرے۔ جب آپ کلمہ حق کی بات کریں اور کہیں "لا الہ ضرب است و ضرب کاری است" (ص۴۲) اور{ لیظہرہ }کے مفہوم میں کشمکش اور غلبے کو شامل سمجھیں (ص۴۹) اور" تم نہیں یا ہم نہیں" کی پوزیشن پر اپنے آپ کو محسوس کریں ،تو پھر افلاطون و سقراط سے موازنہ درست معلوم نہیں ہوتا۔

۴۔ فاضل مؤلف نے اہل مغرب سے ایک اپیل کرتے ہوئے کہا ہے:۔

> "یہ ہستی مستحق ہے کہ آپ اسے سائنٹیفک طریق سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ چاہے یہ کہ آپ اسلام کو عیسائیت کے ایک حریف مذہب کی حیثیت سے نہ لیں بلکہ جمہوریت، اشتراکیت اور دوسری اصولی تحریکوں کی طرح ایک تحریک اور زندگی کی ایک تہذیبی نظام کی حیثیت سے لیں اور محمد ﷺ کو اس تحریک کے قائد اور خدائی ہدایت کے تحت اس نظام کے مئوسس کی حیثیت سے دیکھیں" (۳۱)

درج بالا اقتباس کو پڑھ کر دین کا جو تصور پیدا ہوتا ہے، یہ تصور، دین کی اس روح کے مطابق دکھائی نہیں دیتا جو قرآن وسنت کے مطالعہ، علماء کی تشریحات اور امت کے تاریخی تعامل کی روشنی میں جمہور کے نزدیک مسلم چلا آرہاہے۔

۲۔رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب

کتاب "رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب" سید احمد حسن گیلانی (۱۹۲۲۔ ۱۹۹۲) جن کا قلمی نام سید اسعد گیلانی ہے ،کی تصنیف ہے(۲۹)۔ زیر نظر کتاب انہوں نے ستمبر ۱۹۷۶ ء سے لے کر نومبر ۱۹۷۶ء کے عرصہ دو ماہ میں مسجد نبویؐ میں بیٹھ کر لکھی۔ آپ ۸۲ کتب اور بے شمار تحریکی مضامین کے مصنف ہیں ،جو ان کی دعوت و تحریک دین سے گہری وابستگی کا بین ثبوت ہے۔"رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب" کو ۱۹۸۳ء میں قومی سیرت ایوارڈ دیا گیا۔ کتاب کے انگریزی ترجمہ کو

۱۹۸۹ء میں فیروز سنز نے Methodology of Prophet Muhammad's Revolution کے نام سے چھاپا۔

یہ کتاب حضور اکرم ﷺ کی سیرت پاک کو تاریخ دعوت کے قدم بہ قدم مراحل کی روشنی میں سمجھنے اور مولانا مودودی کے انقلابی افکار کو مسلمانوں میں وسعت دینے کے لئے لکھی گئی ہے۔ مصنف لکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد دنیا ،اپنی سلامتی اور درستی کے لئے رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات، ہدایت اور پیروی کی محتاج ہے۔اور ان تعلیمات کی اشاعت اور نفاذ کے لئے جو طریقہ رسول اکرم ﷺ نے اختیار فرمایا' وہی حقیقی، فطری او ر سائنٹیفک طریقہ ہے۔اس لئے جہاں ہم حضور ﷺ کی تعلیمات کے محتاج ہیں، وہاں ہم اس طریقہ کار کے بھی محتاج ہیں جو رسول اکرم ﷺ نے انقلاب بر پا کرنے کے لئے اختیار فرمایا۔۔اس لئے اس کتاب میں ”واقعات سیرت“ کو تاریخی ترتیب میں بیان کر کے سیرت نگاری نہیں کی ہے ،بلکہ انقلاب اسلامی برپا کرنے کے لئے رسول اکرم ﷺ کے طریقہ کار کی حکمت وتدریج و ترتیب کے لحاظ سے سیرت نگاری کی ہے۔(۳۰)

سیرت کا حرکی پہلو

جیسا کہ عنوان اور مندرجات سے ظاہر ہوتا ہے،یہ کتاب ”انقلاب نبویؐ“ کی مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرتی ہے۔اس میں دعوت سے لے کر تربیت افراد ، تنظیم معاشرہ ، تشکیل ریاست، استحکام اور توسیع انقلاب کے مختلف مراحل، اسالیب اور فکری پہلوئوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔کتاب میں مصنف نے جو اسلوب اختیار کیا وہ زبان اور پیرا یہ اظہار، ہر دو اعتبار سے حرکی وصف کا نمونہ ہے۔اور زبان و بیان کا یہ حرکی اسلوب کتاب کے نفس مضمون” انقلاب“ کے سوا ہے۔ذیل میں ہم کتاب سے چند اہم اقتباسات نقل کرتے ہیں۔

مصنف نے نبی پاک ﷺ کی کاوش و جدوجہد کو ان الفاظ میں بیان کیاہے:

> "حقیقت یہ ہے کہ اپنی محنت، قوت، مشقت، دوڑ دھوپ، مسلسل کاوش اور پیہم سعی کے ذریعے آپؐ نے پوری انسانیت پر ثابت کر دیا کہ خدا کا پیغام پہنچانے کا حق کس طرح ادا کیاجاتا ہے اورا تمام حجت کس چیز کا نام ہوتا ہے۔حضور ﷺ نے اپنے پورے معاشرے

میں کوئی ایک فرد بھی غیر جانبدارانہ چھوڑا۔ پورا معاشرہ آپ ﷺ کی جان توڑ تگ و دو کے نتیجے میں موافق و مخالف دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔اور جب آپؐ کی ان مساعی کے نتیجے میں ان دونوں حصوں میں تصادم ہوا ،تو پھر اللہ تعالیٰ کا عظیم ہاتھ آگے بڑھا اور اس نے باطل کا کچومر نکال دیا۔اس طرح کفر کے حصے میں شکست آئی جو ہمیشہ سے اس کا مقدر ہے ۔بشرطیکہ حق کے داعی فتح حاصل کرنے کے لئے وہ سارے تقاضے پورے کریں، جن تقاضوں کو پورا کئے بغیر عالم اسباب میں جدوجہد اور سعی کا حق ادا نہیں ہو سکتا اور نہ باطل کی شکست منصفانہ ہو سکتی ہے"(ص۳۱)

لفظ انقلاب کے اطلاق کی وضاحت اور اس تناظر میں نبی کریم ﷺ کی جدوجہد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضور اکرم ﷺ نے تاریخ انسانیت کی ۲۳ سالہ قلیل ترین مدت میں جو عظیم الشان انقلاب برپا کیا۔وہ اپنی نوعیت ، کیفیت، جدوجہد اور نتائج کے اعتبار سے اتنا حیران کن ہے کہ اس کی نظیر تاریخ عالم میں کہیں موجود نہیں۔جب ہم اس انقلاب کے مختلف پہلوں پر غور کرتے ہیں تو حقیقتاً اس کے سوا کسی دوسرے انقلاب پر لفظ انقلاب کا اطلاق درست معلوم نہیں ہوتا۔اگر یہ بات کہی جائے کہ اب تک انسانیت کی تاریخ صرف ایک ہی حقیقی انقلاب سے آشنا ہے تو یہ کوئی مبالغہ آمیز بات نہیں ہے۔اور نہ اس کا انکار آسان ہے۔اس لئے اب تک دنیا میں انقلاب کا مفہوم صرف اس قدر سمجھا جاتا ہے کہ انسانوں پر غالب اور مسلط، پہلے اقتدار کو بے دخل کر کے، ایک دوسرا اقتدار ان پر مسلط کردیا جائے۔یہ کام جس قدر اچانک ہو اس میں جس قدر زیادہ خون خرابہ ہو، اسی قدر بڑا انقلاب سمجھ لیا جاتا ہے۔حالانکہ فساد فی الارض، ہلاکت انسانی، فناء جان و مال عزت و آبرو، انسانی بستیوں کی بربادی اور ظالموں کے ایک گروہ کے بعد ظالموں کے ہی کسی دوسرے گروہ کے مسلط ہوجانے سے انسانیت کی قسمت میں وہ کون سا تغیر واقع ہو جا تا ہے جس کی بناء پر اسے انقلاب کہا جاسکے"(۳۲)

درج بالا اقتباسات نہ صرف مصنف کے حرکی رجحان کے عکاس ہیں، بلکہ سیرت نبویؐ کے حوالے سے انقلاب کے فکری و عملی پہلوؤں کو اجاگر کر کے ہمارے لئے رہنمائی کا باعث ہیں۔

مصنف کا اسلوب

مصنف کے اسلوب سیرت نگاری کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ مصنف کا اسلوب یہ ہے کہ وہ موضوع کو درجہ وار مختلف عنوانات میں تقسیم کرتے ہیں اور ہر عنوان پر الگ الگ تفصیلی بحث کرتے ہیں۔

۲۔ مصنف کا انداز عموم سے خصوص کی طرف مراجعت کا ہے۔وہ ہر باب کا آغاز عمومی حرکی انداز اور تحریکات کے ذکر سے کرتے ہیں ،جو سماجی اور معاشرتی تجزیہ کی روشنی میں شروع ہو کر بتدریج نتیجہ کی طرف بڑھتی ہوئی نبی پاک ﷺ کی تحریک اسلامی کے ذکر پر منتج ہوتی ہے۔اور یہ انداز ہر باب میں پایا جاتا ہے۔

۳۔ مصنف انقلابات روس وفرانس سے تحریک انقلاب اسلامی کا موازنہ بھی کرتے ہیں۔(ص۶۵۸)

۴۔ تمثیلی انداز میں بھی بات سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں مثلاً ص ۱۵۸ پر دنیا و آخرت کے ذکر کو تمثیلی انداز میں سمجھایا ہے۔یا ص ۱۶۰ پر انسان کے دنیا وآخرت میں کردار کو پکی ہوئی اینٹ سے تشبیہہ دے کر بات سمجھائی ہے۔اسی طرح انقلابی کارکنان کو ص ۱۷۲ پر خوب پختہ اینٹوں سے تشبیہ دے کر عمارت میں لگنے کے قابل قرار دیا ہے۔

الغرض مصنف نے نہایت موثر پیرائے میں آنحضور ﷺ کی سیرت کے انقلابی پہلو کی مختلف جہات کو نمایاں کر کے نہ صرف تحریکوں ،بلکہ عام قاری کے لئے بھی ہدایت و رہنمائی کا سامان مہیا کیا ہے۔مصنف کا مؤثر استدلال اور اسلوب اظہار پر قدرت اس پر مستزاد ہیں۔

۳۔ المنہج الحرکی للسیرۃ النبویۃ

یہ کتاب ڈاکٹر منیر محمد الغضبان (۱۹۴۲) کی تصنیف ہے۔(۳۳) ڈاکٹر منیر محمد ،اخوان المسلمین کی شام کی شاخ کے اہم لیڈر ، جنرل سیکرٹریٹ کی شوریٰ کونسل اور علماء کونسل کے رکن تھے۔آپ

نے نبی پاک ﷺ کی حرکی و سیاسی سیرت اور اسلام کے سیاسی فکر پر متعدد کتابیں لکھیں۔زیر نظر کتاب ان کی ایک وقیع کتاب ہے ،جس نے اخوان المسلمین کے کارکنان اور اور قیادتوں کو فہم سیرت اور ادراک تحریک و تحرک سے روشناس کروایا ہے۔

کتاب کے مندرجات

کتاب دو جلدوں اور تین حصوں پر مشتمل ہے۔جلد اول :دو اجزاء جبکہ جلد دوم :ایک جزء پر مشتمل ہے۔مصنف کا نقطہ نظر چونکہ قدم بہ قدم اور مرحلہ بہ مرحلہ سیرت نبویؐ سے تحریک اسلامی کے لئے رہ نمائی اخذ کرنے کا ہے، اس لئے مصنف نے کتاب کو بھی مراحل دعوت و تحریک کی روشنی میں ابواب و اجزاء میں تقسیم کیا ہے۔تاہم ہر حصہ اور جزء کے اہم خصوصیات (Features)کا تذکرہ کر کے مختلف دروس و اسباق حاصل کیے ہیں۔کتاب کے مندرجات کا تفصیلی جائزہ لینے سے قبل، مصنف کی اُس تقسیم کو درج کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے جو مراحل دعوت اور تاسیس ریاست کو واضح کرتی ہے اور مصنف کے قائم کردہ ابواب و اجزاء بھی اُسی پر منحصر ہیں۔

المرحلۃ الاولی	:	سریۃ الدعوۃ و سریۃ التنظیم
المرحلۃ الثانیہ	:	جھریۃ الدعوۃ، وسریۃ التنظیم
المرحلۃ الثالثہ	:	اقامۃ الدولۃ
المرحلۃ الرابعۃ	:	الدولۃ و تثبیت دعائمھا
المرحلۃ الخامسۃ	:	انتشار الدعوۃ فی الارض

مصنف نے پہلے مرحلہ کو "بعثت" سے شروع ہو کر {وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ}(۳۴) کے نزول تک، دوسرے مرحلہ کو نبوت کے دسویں سال تک، تیسرے مرحلہ کی انتہا ہجرت کے پہلے سال تک، چوتھا مرحلہ صلح حدیبیہ تک اور پانچواں مرحلہ نبی پاک ﷺ کے وصال تک بیان کیا ہے۔جب کہ ہر مرحلہ کی انتہا اگلے مرحلہ کی ابتداء ہے۔مصنف نے دعوت وتحریک کے درج بالا مراحل میں سے پہلے تین مراحل جوبالترتیب خفیہ دعوت، اعلانیہ دعوت اور قیام ریاست کے مراحل ہیں، کو پہلی جلد کے جزء اول میں بیان کیا ہے۔جبکہ تاسیس ریاست کے چوتھے مرحلہ کو اسی جلد کے جزء دوم میں بیان کیا ہے تاہم یہ بیان غزوہ خندق تک ہے۔جلد دوم میں مصنف نے صلح حدیبیہ اور اس کے مابعد کے واقعات اور دروس و اسباق کو وفات نبوی ﷺ تک بیان کیا ہے۔

سیرت کا حرکی و دعوتی پہلو

کتاب کا مطالعہ بتاتا ہے کہ یہ پوری کتاب ہی حرکی انداز میں سیر ت نگاری کی نمائندہ اور رجحان ساز کتاب ہے۔یہ پوری سیرت کو مراحل دعوت و تحریک کی روشنی میں ہی زیر مطالعہ لاتی ہے اور اسی سے طلباء سیرت اور وابستگان تحریک کے لئے رہنمائی حاصل کرنے کا سامان پیدا کرتی ہے۔ ذیل میں سیرت کے مرحلہ وار مطالعہ اور کتاب کے اہم اقتباسات کی روشنی میں مصنف کے حرکی و دعوتی منہج کا جائزہ لیتے ہیں۔

مصنف نے مختلف روایات کی مدد سے ثابت کیا ہے کہ قریش نے اس دور میں اس دعوت اور دین کو عجیب نظروں سے تو دیکھا ،مگر اس پر کوئی قد غن نہ لگائی۔کیونکہ ان کے خیال میں یہ بھی کوئی اُسی طرح کا فرقہ ہے جیسا کہ "حنفاء کا مکی گروہ" نیز اس لئے بھی کہ یہ ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے کہ وہ جسکی چاہے، عبادت کرے۔اس سے مصنف نے نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ہر ایسا مذہب جو زندگی کے ہر شعبہ میں دخل نہ دے، صرف ذاتی مسئلہ بن کر رہ جائے، اس پر وقت کی طاقتوں کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔لکھتے ہیں:۔

"ومن هنا نفهم سر المهادنة التي نراها احياناً بين الحكومات الطاغية وبعض المتديئين من المسلمين، الذين يكتفون من الاسلام بالعقيدة في الضمير والعبادة في المسجد۔ اذ هؤلاء لا يد خلون الاسلام في شؤون الحياة، وبالتالي فلا تها بهم الطغاة۔"(۳۵)

مصنف نے قریش کی طرف سے نبی پاکؐ سے مختلف مطالبات، اور ان کی طرف سے پیش کشوں کا ذکر کیا ہے۔اور قریش نے جو مقاطعہ بنی ہاشم سے کیا اس پر بڑی شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔اور بنی ہاشم و بنو عبدالمطلب کی طرف سے نبی پاکؐ کی حمایت اور قریش مکہ کے دو عسکری گروہوں میں بٹ جانے کا ذکر کیا ہے۔لکھتے ہیں:۔

"والحركة الا سلامية وهي تخوض غمار الجهاد، وتواجه الجاهلية العاتية ، لا تعدم أن تجد بعض النماذج و التجمعات و القيادات الجاهلية والقبلية مثل بني هاشم وبني المطلب، وتنطلق من الأعراف والقوانين الجاهلية لحماية هذه الحركة""(٣٦)

آپ ﷺ کے مختلف قبائل سے حمایت طلب کرنے پر مصنف لکھتے ہیں کہ ان سے دعوت اسلام کی حمایت مطلوب تھی اگرچہ وہ اسلام نہ لائیں جیسا کہ جناب ابو طالب کی حمایت موجود رہی تھی۔حمایت کی طلب پر کچھ قبائل نے آپؐ سے جانشینی اور سیاسی شراکت طلب کی، جس کا آپؐ نے انکار کر دیا۔ مصنف لکھتے ہیں۔

یمکن للحرکة الاسلامیة أن تقبل حمایة من مشرک في حالة ضعفها وعدم تمکنها، لکن أن یعطی هذا العدو الحق في أن یسود ویحکم باسمها ومن ورائها ویستغلها مطیة لمآربة فهذا مرفوض في المیزان الاسلامي"(۳۷)

مصنف نے، قرآن حکیم کے، غزوہ بدر کو"فرقان" کہنے کی جو تشریح کی ہے ،وہ مصنف کے حرکی اسلوب کا بہترین نمونہ ہے۔لکھتے ہیں:۔

"وکانت فرقاناً بین عهدین في تاریخ الحرکة الاسلامیة : عهد المصابرة والصبر والتجمع والانتظار- وعهد القوة والحرکة والمبادأة والاندفاع-- والاسلام بوصفه تصوراً جدیداً للحیاة، ومنهجاً جدیداً للوجود الانساني، ونظاماً جدیداً للمجتمع، وشکلاً جدیداً للدولة- بوصفه اعلاناً عاماً لتحریر الانسان في الأرض بتقریر ألوهیة الله وحده وحاکمیته، ومطاردة الطواغیت التي تغتصب الوهیته وحاکمیته--"(۳۸)

مصنف نے سیر ت نبوی کو تحریک اسلامی کے مراحل کی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے ۔یہ کتاب حرکی منہج کی نمائندہ کتاب ہے۔مصنف سیرت کے واقعہ سے نتائج اخذ کر کے موجودہ تحریکوں کے قائدین اور کارکنان کے لئے رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

۴۔ منہج انقلاب نبوی ﷺ

کتاب "منہج انقلاب نبویؐ۔سیرت النبی ﷺ کا اجمالی مطالعہ ، فلسفہ انقلاب کے نقطہ نظر سے"(۳۹)ڈاکٹر اسرار احمد کے بار ہ خطبات کا مجموعہ ہے۔یہ خطبات خاص طور پر سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں مراحل و منہج انقلاب کے فہم کے لئے منعقد کئے گئے۔ڈاکٹر صاحب نے بڑے فاضلانہ انداز میں انقلاب کے فلسفہ اور طریقہ کار پر روشنی ڈالی ہے اور ساتھ ساتھ سیرت کے انقلابی پہلوؤں کا اجمالی احاطہ کیا ہے۔

سیرت کا حرکی وانقلابی پہلو

مؤلف نے حیات نبوی ﷺ سے، انقلاب کامل کا طریقہ، اپنے مراحل و لوازم کی رعایت کے ساتھ اخذ کیا ہے، اور انقلابی قیادت اور کارکنان کیلئے اسوہ حسنہ کی مثالوں سے اسباق جمع کیے ہیں۔ذیل میں ان کے منہج کی وضاحت، کتاب کے اقتباسات کی مدد سے کی جاتی ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے پہلے خطبہ میں مراحل انقلاب کو سیرت نبوی ﷺ سے اخذ کیا ہے۔لکھتے ہیں:۔

"سیرت مطہرہ کے دوران جو حالات و واقعات پیش آئے ،انہیں خاص سے عام کر کے یعنی Generalize کر کے جو اصول و مبادی مستنبط ہوتے ہیں ،ان کی روشنی میں انقلابی عمل کے مراحل و مدارج اور لوازم طے کئے جائیں گے"(۴۰)

مصنف کے خیال میں انفرادی و اجتماعی زندگی کے چھ گوشے ہوتے ہیں جو بالترتیب عقیدہ، عبادات، سماجی رسوم، معاشرتی نظام ، معاشی نظام اور سیاسی نظام پر مشتمل ہوتے ہیں۔کامل انقلاب ان سب پر حاوی ہوتا ہے اور اسے چھ ہی مراحل سے گزرنا ہوتا ہے۔

۱۔ انقلابی نظریہ اور اسکی اشاعت

۲۔ انقلابی جماعت کی تشکیل و تنظیم

۳۔ ٹریننگ اور تربیت

اگلے تین مراحل کو تصام کا جامع عنوان دے کر تین درجات میں تقسیم کیا ہے۔

۴۔ تشدد و تعذیب کے جواب میں صبر محض

۵۔ اقدام اور چیلنج

۶۔ مسلح تصادم

مصنف نے تصادم کے مرحلہ اوّل ، صبر محض کو"کفوایدیکم" سے اخذ کیا ہے اور لکھتے ہیں:۔

"یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ تصادم کا آغاز ہمیشہ انقلابی دعوت دینے والوں کی طرف سے ہوتا ہے، چاہے وہ کوئی فرد ہو ، گروہ ہو یا جماعت ہو، اگرچہ وہ جماعت ہاتھ نہیں اٹھاتی،

وہ کسی کو گالیاں نہیں دیتی، کسی کو کسی نوع کی جسمانی تکلیف نہیں پہنچاتی، لیکن وہ یہ دعوت لے کر اٹھتی ہے کہ پورا نظام غلط اور فاسد ہے اور اس داعیہ کا اظہار کرتی ہے کہ یا تو اس نظام کو بیخ و بُن سے اکھاڑ کر اپنے نظریہ کی بنیاد پر نیا نظام قائم کرکے رہیں گے یا اسی کوشش اور جدوجہد میں ہم اپنی جانیں دے دیں گے۔ جناب محمدالرسول اللہ ﷺنے یہ کہہ کر تصادم کا آغاز فرمایا کہ تمہارا مذہب غلط، تمہارا معاشرہ غلط، تمہارے اخلاق غلط، اور تمہارا پورا نظام غلط"(۴۱)

اگلا مرحلہ اقدام کا ہے، جس کی تعیین بہت نازک ذمہ داری ہے۔سیرت نبوی ﷺسے استشہاد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺنے طائف کا ارادہ فرمایا، تاہم اللہ تعالیٰ نے یثرب کو مرکز انقلاب بنانے کا فیصلہ فرمادیا۔سیرت میں اقدام کا مرحلہ ہجرت کے متصلاً بعد شروع ہوتا ہے۔انقلاب کے اس مرحلہ میں استحکام پیدا کرنا ضروری ہوتا ہے، جو آپﷺ نے مسجد نبویؐ کی تعمیر، مواخات کے انعقاد اوریہودی قبائل سے معاہدہ کے ذریعے حاصل کیا اورنہ صرف یہ کہ ابتدائی چھ ماہ تک کوئی کاروائی نہ کی بلکہ مدینہ کے حوالی میں قبائل عرب سے معاہدے کرنے میں وقت گزارا۔قریش کی سیاسی و معاشی ناکہ بندی کا طریقہ اختیار فرمایا۔آٹھ مہمات اس غرض سے بھیجی گئیں،جن میں سے چار میں آپؐ بنفس نفیس تشریف لے گئے۔مسلح تصادم کا مرحلہ نخلہ سے شروع ہوتا ہے اور بدر، احد و احزاب اور فتح مکہ و خیبر تک جاری رہتا ہے۔صلح حدیبیہ کے بعد نہ صرف بیرون عرب انقلاب کی توسیع کا عمل شروع ہوجاتا ہے بلکہ اندرون عرب انقلاب اپنے تکمیلی مراحل طے کرتا ہے۔خیبر کے بعد شاہان عالم کو خطوط بھیجنے سے قبل آپﷺ نے خطبہ ارشاد فرماکر مرحلہ توسیع کا افتتاح فرمایا(۴۲)۔مؤلف کے نزدیک ہر انقلاب کی یہ لازمی خصوصیت ہے کہ وہ تکمیل کے بعد بیرونی دنیا میں اپنی توسیع کے مراحل طے کرتا ہے۔مصنف نے اس سلسلہ میں انقلاب نبویﷺ کے علاوہ انقلاب روس و فرانس کی مثالیں بھی دی ہیں۔

مؤلف کا اسلوب

مؤلف نے سیرت نبویؐ سے انقلابی اصولوں کے اخذ اور بیان کے لیے جو اسلوب اختیار کیا ہے اس کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں:-

۱۔ مؤلف نے سیرت نبویؐ سے مثالیں دی ہیں۔مثلاً تربیت و تنظیم کے مرحلہ میں مشاورت، بیعت سمع و طاعت اور امتیاز جاہلیہ کے خاتمہ کو اساس تربیت قرار دے کر سیرت نبویؐ سے مشاورت کیلئے: بدر میں کیمپ کی تنصیب اور غزوہ احزاب میں غطفان سے معاہدہ کا مشورہ، بیعت سمع و طاعت کیلئے: بیعت رضوان اور امتیاز جاہلیہ کے خاتمہ کیلئے: حضرت زیدؓ کو غزوہ موتہ کی کمان سونپنے جیسی مثالیں دی ہیں۔

۲۔ مؤلف نے ہر مرحلہ انقلاب کے لوازم و مقاصد کے لئے آیات قرآنی سے بکثرت استشہاد کیا ہے اور دلائل دیئے ہیں۔مثلاً انقلاب کے مقصد اور نصب العین کے لئے (ص ۶۰) قرآن کریم کی آیت{هُوَ الَّذِی أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ} کا حوالہ دیا اور کارکنوں کی صفات کے لئے سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۵۴ تا ۵۶ کا حوالہ دیا ہے(ص۶۶)اور اسی طرح دیگر مقامات پر بھی قرآنی آیات کے حوالوں سے بات کی ہے۔

۳۔ مؤلف نے مختلف صفات، خصوصیات اور مراحل انقلاب کو عنوانات دینے اور وضاحت کرنے کے لئے جا بجا قرآنی تشبیہات اور آیتوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے استعمال کیے ہیں۔مثلاً مرحلہ صبر محض کو"کفو ایدیکم" کا عنوان دینا (ص ۸۳) یا جماعتی ڈسپلن کے "واسمعوا واطیعوا" کی اصطلاح (ص ۳۷) کارکنوں کی صفت کے لئے "بنیان مرصوص"(ص ۳۷) اور اظہار دین حق"علی دین کلہ"(ص ۳۹) کی اصطلاحات شامل ہیں۔

۴۔ مؤلف نے موجودہ جماعتوں ، انقلابوں وغیرہ سے انقلاب نبوی کے موازنہ اور تطابق کا اہتمام کیاہے۔مثلاً لکھتے ہیں ''یہی وجہ ہے کہ ہر انقلابی پارٹی کے Training Camp ہوتے ہیں(ص ۱۷)۔ یا انقلاب کی توسیع کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ انقلاب فرانس و بالشویک انقلاب صرف فرانس و روس تک محدود نہیں ،بلکہ انقلاب کا یہ خاصہ ہے کہ اس کی بین الاقوامی توسیع کا عمل ہوتا ہے۔(ص ۲۲) اسی طرح انقلاب کامل کی وضاحت کرتے ہوئے انقلاب نبوی ﷺ کا انقلاب روس و فرانس سے موازنہ کیاہے (ص ۲۳)

۵۔ موٴلف نے موجودہ دور کی اسلامی وغیر اسلامی تحریکوں اور جماعتوں کی مثالیں بھی دی ہیں۔ مثلاً بغیر مناسب تیاری تصادم کے سلسلے میں تحریک شہیدین کی مثال (ص۱۲۰) چورا چوری کے واقعہ سے تشدد کے مضر نتائج کا تذکرہ (ص ۱۰۸) یا سکھوں کے گوردوارہ پر بندھک تحریک کی مثال سے صبر محض کے فوائد کا ذکر (ص ۲۰۹) وغیرہ۔

۶۔ موٴلف منہج حر کی کی تشریح اور انقلاب نبوی ﷺ کی برتری ثابت کرنے کے لئے مستشرقین اور اغیار سے اقوال بھی لاتے ہیں۔ مثلاً واٹ کا یہ قول درج کیا ہے کہ" اعلی ترین تدبیر و تفہیم ، معاملہ فہمی، انسان شناسی، دوراندیشی۔ ان تمام اعتبارات سے جو اوصاف کسی بلند پایہ مدبر ، کسی سیاستدان ، کسی حکمران، کسی Statesman کے اندر ہونے چاہیں، وہ بہ تمام و کمال محمد ﷺ میں موجود تھے۔"(۴۳)۔ اسی طرح ایک جگہ پر مصنف نے گاندھی کے متعلق بہ اصرار یہ صراحت کی کہ اُس نے فلسفہ عدم تشدد سیرت مصطفٰی ﷺ سے سیکھا تھا(ص۱۱۱)۔

الغرض مولف نے دلائل قرآن و سیرت سے نہ صرف انقلاب کے مراحل و لوازم بلکہ کارکن، جماعت نصب العین، اور قائد کی خصوصیات وغیرہ کا باالتفصیل ذکر کیا ہے اور آخر میں سیرت نبویؐ کی روشنی میں اخذ کردہ آخری مرحلہ تصادم " مسلح کشمکش" کا، موجودہ زمانہ کے تمدن اور حالات میں انطباق ، طریقہ کار اور متبادل کا تفصیلی انداز میں تجزیہ کر کے راہ عمل متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔

4۔نقدو تبصرہ

مناہج سیر ت نگاری کی طر ح منہج حرکی بھی ارتقاء علم کے ایک منطقی و تا ریخی عمل کا حصہ ہے ۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ انسا نی حیا ت میں ارتقائی عوا مل سعی وخطاسے مبرا نہیں ہو تے۔انسا ن اپنے تجر با ت اور دوسرو ں کی آ راء اور تنقید سے سیکھتا ہے اور اپنی اصلا ح کر تا ہے۔

منہج حر کی کا نشو وارتقاء چو نکہ تحریکوں کی ایک بنیا دی ضرور ت کے پیش نظر و قوع پذیر ہوا، اس لیے مقصد کی محدودیت کے وہ اثرات جو کسی چیز کی افا دیت کو کم کر دیتے ہیں، اس رجحان پر محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ضرور ی نہیں کہ موجو دہ زمانہ میں سیر ت کے تصور کی وسعت کی وجہ سے، نبی پاک ﷺ کے مشن کے تناظر میں حیات پاک کو دیکھنے کا جو رجحان پیدا ہوا ہے،وہ دیر پا بھی ثابت ہو۔ تا ہم ز مانہ حال میں اسکی افا دیت اور مقبولیت سے انکار نہیں کیا

جاسکتا۔اس مقبولیت کا ثبوت منہج حرکی کی رجحان ساز کتب کے تھوڑے ہی عرصہ میں چھپنے والے درجنوں ایڈیشنوں نے مہیا کیا ہے۔جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

محمد عربی	۵۶ (۲۰۱۳ء تک)
محسن انسانیت	۴۲ (۲۰۱۰ء تک)
حیات طیبہ	۳۹ (۲۰۰۸ء تک)
داعی اعظم	۳۷ (۲۰۱۳ء تک)
منہج انقلاب نبوی۔	۱۳ (۲۰۱۱ء تک)
انسان کامل۔	۷ ایڈیشن
رسول اکرمؐ کی حکمت انقلاب	۶ (۲۰۰۸ء تک)

سینکڑوں کی تعداد میں مختلف رسالوں میں چھپنے والے وہ مضامین بھی اس کا ثبوت ہیں، جن میں تحریک اسلامی کے حوالے سے سیرت کی معنویت پر گفتگو کی گئی ہے یا نبی پاک ﷺ کے تدبر و سیاست کی کسی خاص جہت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔لیکن غور سے صورت حال پر نظر ڈالی جائے تو یہ بھی نظر آتا ہے کہ ایسے مضامین یا کتب جن میں حرکی رجحان نمایاں تھا ،اُن کی آمد، اشاعت اور طباعت اب رک سی گئی ہے یا اُن میں ایک ذیلی رجحان یعنی حضورؐ کی سیرت کی سیاسی جہت پر تحقیقی انداز میں کتب لکھنے کی طرف جھکاؤ پیدا ہوا ہے۔اس کی وجہ تحریکوں کی اس ناکامی میں پنہاں ہے ،جو ان کے پندرہویں صدی کو اسلام کی صدی بنانے کے تصور کے ٹوٹنے کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے۔تحریکوں کے عروج کا رومانس جدید دنیا کے تلخ سیاسی حقائق سے ٹکرا کر ختم ہونے کے نتیجہ میں ایسی کتب اور مضامین کی تعداد میں کمی واقع ہونا یا ان کا ٹھوس سیاسی تجزیات سے مزین کتب کی صورت میں ڈھل جانا ،ایسے حقائق ہیں، جن سے اس منہج کے ارتقاء اور اس کی محدود افادیت جیسے مظاہر کے وجود کا پتہ چلتا ہے۔

منہج حرکی پر لکھنے والوں پر جو بڑے اعتراض کیے جاتے ہیں، وہ یہ ہیں:۔

۱۔ سیرت کو سیاسی اور تحریکی رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔

۲۔ جدید اصطلاحات کے شوق میں انقلاب جیسی منفی اور تحریک جیسی محدودا صطلا حات کو اس حد تک سیرت میں استعمال کیا گیا ہے کہ ان کتب میں اسلام کی پہچان بطور ہدایت ختم ہو کر رہ گئی ہے اور دعوت تبلیغ وغیرہ کی قرآنی اصطلاحات پس منظر میں چلی گئی ہیں۔

۳۔ نبی پاک ﷺ کا تعارف اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے طور پر کروانے کی بجائے ایک مصلح مدبر اور سیاسی لیڈر کے طور پر ہونے لگا ہے۔ نبوت پس منظر میں اور لیڈر شپ پیش منظر میں نظر آرہی ہے۔ یہ انداز مستشرقین کا ہے۔

۴۔ نبی پاک ﷺ کیلئے ادب و محبت اور عزت و تکریم کے الفاظ اور جذبات جو کسی سیرت نگار اور کسی مسلمان کا خاصا ہونے چاہیں وہ اکثر تحریروں اور کتب میں موجود نہیں ہیں یا کم ہیں اور مفرد صیغہ میں بلا القابات عزت و تکریم نبی پاک ﷺ کا ذکر عام ہے۔ جو سیرت نگاری کے دائمی مقاصد سے متصا دم ہے۔

۵۔ انقلاب کی تشریح کرتے ہوئے اسلام کا اشتراکیت، جمہوریت وغیرہ سے موازنہ نہ کیا گیا ہے اور اس کے برابر کر دیا گیا ہے۔

ذیل میں ان اعتراضات کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔اس جا ئزہ کے اکثر نکا ت کا تعلق تحر یکی سیر ت نگاروں سے ہے۔

۱۔ جہاں تک پہلے اعتراض کا تعلق ہے، تو اس کی شہادت حرکی کتب سیرت کا اندرونی نظم اور مواد مہیا کرتا ہے۔ کتب کے عنوانات، اس کے ابواب اور ذیلی ابواب کی سرخیاں اور واقعات سیرت پر مصنفین کے تبصرے ،اس بات کی شہادت فراہم کرتے ہیں کہ سیرت نگاری میں ان مصنفین کی اکثریت تحریکی جوش و خروش کا شکار ہوگئی ہے۔ کتب پر ایک تحریکی و سیاسی فضا تنی ہوئی محسوس ہوتی ہے یا کم از کم کچھ خاص ابواب میں مصنفین کا تحریکی ولولہ نمایاں ہوتا ہے۔اس سلسلہ میں اس منہج کی کتب کو بالاستیعاب دیکھ کر اور ان پر کیے گئے تبصروں کو دیکھ کر کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ دوسرا اعتراض حرکت اور انقلاب جیسے الفاظ کے سیرت نگاری میں استعمال سے متعلق ہے۔ان الفاظ کی عمر محدود ہے اور تاریخ مختصر، جبکہ اس بات سے کسی کو انکار بھی نہیں ہے۔ تاہم مدعیان کا دعوی ہے کہ ان کی تاریخ کا اختصار ان کے غلط ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا،بلکہ یہ الفاظ مقبول و مستعمل ہو گئے

ہیں۔ حامد کمال الدین نے کہا ہے کہ تحریک کے لفظ کی عمر پچاس، سو سال سے زیادہ نہیں۔(۴۴) ڈاکٹر ابو الخیر کشفی نے" تحریک "پر اعتراض کرتے ہوئے اسے اسلام کیلئے قبائے مختصر کہا ہے۔(۴۵) خرم مراد لفظ "تحریک" کے اختیار کے جواز میں دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> "تحریک کا ایک لفظ اور اسے ہم نے اپنی ہم عصر تہذیب کی لغت سے اختیار کیا ہے۔جب تحریک کا لفظ بنایا گیا تو وہ ایک نیا اور غیر معروف لفظ تھا یہ لفظ قرآن وسنت میں نہیں پایا جاتا تھا،لوگوں نے اس پر اعتراضات بھی کیے کہ تحریک کا لفظ اختیار کر کے دراصل دین ومذہب کو سیاسی شکل دینے کی کوشش کی گئی ہے۔تاہم اب یہ لفظ مشہور ہو گیا ہے اور مقبول ہو گیا ہے۔(۴۶)

جبکہ تحریک کی طرح لفظ انقلاب پر بھی اعتراض کیا جاتا ہے۔ان حضرات نے انقلاب کی جو تعریفیں کی ہیں اس پر بھی ان کے یہاں اتفاق نہیں ہے۔ مثلاً ڈاکٹر خالد علوی نے باطل کو چیلنج کرکے اس پر غالب آنے کو انقلاب کہا ہے۔ تاہم وہ یہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ قرآن حکیم کی اصل اصطلاح انقلاب نہیں ہے،وہ لکھتے ہیں:۔

> "آپ ﷺ کے تبلیغی مشن کے لئے قرآن پاک نے مختلف الفاظ استعمال کیے ہیں مثلاً تبلیغ، تبشیر، انداز اور تذکیر وغیرہ۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کی مساعی کو انہیں اصطلاحوں میں استعمال کیا ہے"۔(۴۷)

مزید لکھتے ہیں:۔

> "دور حاضر جسے عام طور پر دور انقلاب کا نام دیا جاتا ہے، نے چند مغالطوں کو پروان چڑھایا ہے۔اور انہی مغالطوں کی بناء پر تخریب ہو رہی ہے اور اسی تخریب کو انقلاب کا نام دیا جا رہا ہے۔"(۴۸)

انقلاب کے قرآنی اصطلاح نہ ہونے اور اصل قرآنی اصطلاحات کی موجودگی کے اعتراف کے ساتھ ساتھ یہ اعتراف بھی موجود ہے کہ یہ منفی معنوں میں مستعمل ہے،خود دعوی کرنے والوں کی طرف سے اس اصطلاح کے خلاف ثبوت ہیں۔مولانا اخلاق قاسمی نے بھی کہا کہ انقلاب فرد کے ظاہر وباطن کی تبدیلی سے شروع ہوتا ہے اور اس اصطلاح کے ناقص ہونے کا اعتراف بھی کیا ہے۔لکھتے ہیں:۔

موجودہ سیاسی تحریکات میں انقلاب کے مفہوم میں شور و شر، تخریب کاری اور مفسدہ پر دازی اور سیاسی اقتدار پر قبضہ کرنے کی ہنگامی جدوجہد شامل ہوگئی ہے۔اس لئے قدیم علماء، انقلاب کے لفظ سے اجتناب کرتے تھے۔اور اس کی بجائے ''اصلاح''کا لفظ استعمال کرتے تھے۔(۴۹)

علماء انقلاب کا انقلاب کی تعریف میں عدم اتفاق اور اس اصطلاح کے اختیار کرنے کی وجوہات کے کمزور دلائل اور اس بات کا اعتراف کہ اصل اصطلاح تبشیر، تذکیر، تبلیغ اور دعوت اور اصلاح ہی ہیں جو کہ قرآن سے ثابت ہیں۔ خرم مراد کا لفظ تحریک کے دفاع میں یہ کہنا کہ یہ قرآن و سنت میں نہیں پایا جاتابلکہ ہم نے اسے ہم عصر لغت سے اختیار کیا ہے، خود اس بات کا متقاضی ہے کہ ان الفاظ پر آنے والے اعتراض کو توجہ سے سنا جائے اور انکے استعمال پر اصرار نہ کیا جائے۔معاملہ اصطلاح کے مجرد استعمال کا بھی نہیں بلکہ مسئلہ تو یہ ہے کہ یہ لفظ متن میں اتنی بار استعمال کیے جاتے ہیں کہ گویا اسلام کے دامن میں ان دو لفظوں کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں۔

۳۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ ان کتب سیرت میں آنحضورﷺ کی لیڈر شپ کو نمایاں کیا جاتا ہے۔نبوت پس منظر میں چلی جاتی ہے اور آپﷺ کا کردار ایک مصلح اور مدبر کا ہی نظر آتا ہے۔مولانا نعیم صدیقی کے یہاں ایسے القابات مثلاًنقیب تحریک(محسن انسانیت ،ص۱۵۴) قائد انسانیت(ص۸۸،۲۹۲) انسان اعظم(ص۱۷) بہترین داعی و قائد(ص۴۰) تحریک کے سربراہ (ص۱۰۱) تحریک فلاح انسانیت کے قائد(ص۲۹۷) استعمال ہوئے ملتے ہیں۔وہ لکھتے ہیں۔

"تاریخ گواہی دیتی کہ وہ سب سے بڑا تاریخ ساز تھا"(ص۴۸)

"آپ لوگ محمد ﷺ کو ایک تاریخ ساز ایک محسن انسانیت ،اک قائد تمدن اور ایک انسان اعظم کی حیثیت سے جانیں"(ص۸۰)

''رسول پاکﷺ خلق خدا کیلئے نجات دہندہ بن کر تشریف لائے''(ص۳۷)

ڈاکٹر خالد علوی کے ہاں لفظ قائد انقلاب (انسان کامل،ص۴۴۱،۲۴۴،۲۴۲،۲۳۷،۲۳۶،۱۴۹) خطیب انقلاب (ص۲۱۱) قائد تحریک (ص۳۵۳،۳۵۱)منتظم ریاست (ص۳۶۱ ۳۵۳) (داعی انقلاب۱۳۰) کے الفاظ ملتے ہیں۔

یہ رجحان ہمارے مصنفین پر مستشرقین کی تحریروں کے منفی اثرات کی غمازی کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں بدقسمتی سے ایسے طرز ادا، اسالیب، مناہج کا دفاع کیا جارہا ہے، جس میں آپ ﷺ کی اصل حیثیت، پس پشت چلی جاتی ہے اور تحریک، انقلاب، قیادت، سیاست، تدبریوں نمایاں ہوکر سامنے آتا ہے کہ قاری کا ذات رسالت مآب سے حبی و تعظیمی تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔

سعید رمضان بوطی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:۔

"یہ دراصل مغرب کے شعبہ استشراق کی چال بازی تھی۔ان کا طریقہ یہ تھا کہ محمد ﷺ کو بطور ایک بڑے ریفارمر کے مان لیا جائے اور مسلمانوں کے ہاں وحی، غیبیات اور معجزات جیسے جو مسلمات پائے جاتے ہیں، انہیں ذہنوں سے محو کر دیا جائے۔ فی الواقع وہ اس میں بڑی حد تک کامیاب بھی ہوئے۔"(۵۰)

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

یورپ کے مورخین کے اثرات سے، ملک میں ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا جو پیغمبر کو محض ایک مصلح سمجھتا ہے، جس نے اگر مجمع انسانی میں کوئی اصلاح کر دی تو اس کا فرض ادا ہو گیا اس بات سے اس کے منصب نبوت میں فرق نہیں آتا کہ اس کے دامن اخلاق پر معصیت کے دھبے بھی ہیں۔(۵۱)

ڈاکٹر تحسین فراقی، مولانا عبدالماجد دریابادی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"حضور اکرمؐ ﷺ کو اللہ کا برگزیدہ نبی سمجھنے کے بجائے انھیں صرف مصلح اور بطلِ اعظم سمجھنا ایسا ہی ہے جیسے صوبے کے گورنر سے کہا جائے کہ حضور والا کے اختیارات کا کیا کہنا، آپ پٹواریوں سے بڑھ کر اختیارات رکھتے ہیں۔(۵۲)

۴۔ اس منہج کے سیرت نگاروں کے متعلق چوتھی بات یہ کی جاتی ہے کہ ان میں سے بہت سوں کی تحریروں میں ادب و تکریم ذات رسالت کالحاظ نہیں رکھا گیا اور بجائے اسکے کہ وہ سیرت سے ادب و احترام نبوت میں اضافہ کریں۔وہ عامیانہ سے انداز میں آپ ﷺ کا ذکر کرتے ہیں۔ تاہم یہ اعتراض پورے منہج حرکی کے سیرت نگاروں پر نہیں کیا جا سکتا۔اکثر سیرت نگار، ادب کے تقاضوں سے آشنا اور فن کی ضرورتوں سے آگاہ ہیں۔

۵۔ اس منہج کے حوالے سے سیرت نگاروں پر پانچواں اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ وہ اسلام کو ادیان و مذاہب کے دائرے سے نکال کر تحریکوں اور انقلابات کے دائرہ میں لے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کامل و مکمل دین کی عظمت ثابت کرنے کیلئے اس کا موازنہ فرانسیسی، امریکی اور بالشویک انقلابات سے کرتے ہیں۔ان کے نزدیک دین ایک سیاسی و معاشی نظام سے زیادہ جگہ نہیں پا سکا۔حرکی منہج سیرت کے حوالے سے لکھی گئی،کئی کتب میں اس اعتراض کی حقیقت کو محسوس کیا گیاہے۔ان دنیاوی انقلابات سے موازنہ کرنے والوں میں: ڈاکٹراسراراحمد، ڈاکٹر خالد علوی، مولانانعیم صدیقی، سید اسعد گیلانی اور الطاف جاوید کے نام شامل ہیں۔

سیرت نگاری کے اس منہاج پر علماء کے اعتراض درج ذیل ہیں:۔

ڈاکٹر طاہر القادری رقمطراز ہیں:۔

> "اس دور میں احیائے اسلام اور ملت کی نشاۃ ثانیہ کی جس قدر علمی و فکری تحریکیں منصہ شہود پر آئی ہیں ان کی تعلیمات سے جو تصور مسلمانوں کی نوجوان نسل کے ذہنوں میں پیدا ہورہا ہے وہ یہی ہے کہ اسلام کو بحیثت نظام حیات قبول کر لینا اور حضورﷺ کی سیرت و تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہی کمال ایمان اور محبت رسول ہے اور اس اتباع کے علاوہ رسالت مآب ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے خاص قسم کا قلبی، عشقی، اور جذباتی لگاؤ مقصود ایمان ہے اور نہ تعلیم اسلام بلکہ یہ جاہلانہ شخصیت پرستی کی ایک صورت ہے جو توحید خالص کے منافی ہے"(۵۳)

مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں:۔

> "مارکسزم کو تاریخ کی معاشی تعبیر Economic Interpretation of History کہا جاتا ہے کیونکہ کارل مارکس نے جس طرز پر زندگی اور اس کے واقعات کی تشریح کی ہے، اس میں معاشی پہلو تمام چیزوں پر غالب آگیا ہے اسی طرح سید ابوالاعلی مودودی نے جس ڈھنگ سے دین کو پیش کیا ہے اس میں ہر چیز پر ایک قسم کا سیاسی رنگ چھا گیا ہے اس اعتبار سے اگر ان کی تعبیر کو "دین کی سیاسی تعبیر" کا نام دیا جائے تو یہ بڑی حد تک ایک صحیح بات ہوگی"۔(۵۴)

ایک مسلم سیرت نگار کا ایمان اور حضور ﷺ کا منصب یہ تقاضا کرتا ہے کہ سیرت نگار اس باب میں احتیاط کرے۔ ایک مسلم جب اپنے ہادی ﷺ کا تعارف دنیا والوں سے کروانے چلے تو اسے یہ کہنا روا نہیں کہ "محمد تاریخ ساز ہیں ،وہ قائد انقلاب قائد تحریک، خطیب انقلاب ،سپہ سالار اعظم ،منتظم ریاست، نقیب ریاست، نقیب تحریک ،قائد تمدن ہیں۔اگر وہ ہر موڑ پر آپؐ کا تعارف رسول اللہ ﷺ کہہ کر نہ کروائے اور انہی القابات کو دہراتا چلا جائے تو یہ سوال ضرور پیدا ہوگا کہ وہ کیسی سیرت لکھنے چلا ہے کہ وہ "اسلام" کو اشتراکیت اور جمہوریت جیسی اصولی تحریکوں جیسی ایک تحریک اور اللہ تعالیٰ کے رسول کو اس کے "مؤسس" کے درجہ پر لے کر آگیا ہے۔

سیرت نگار کو قلم اٹھانے سے پہلے نہ صرف نزاکت فن کو اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہیے، بلکہ مقام رسالت کا تازہ بتازہ ادراک {وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ }اور{إِنَّا أَعْطَيْنَاکَ الْكَوْثَرَ} جیسی سینکڑوں آیات سے لیتے رہنا چاہیے۔سب جانتے ہیں کہ کہاں سیاستدانوں اور قائدین ومدبرین کی نارسائی اور کہاں اسراء کے شہوار کا مقام و مرتبہ، پھر موازنہ کیسا اور القاب کیسے!۔

یہ حقیت بھی نظروں سے اوجھل نہیں رہنی چاہیے کہ ایسا بالکل نہیں ہے کہ منہج حرکی کے تحت سیرت نگاری کرنے والے تمام سیرت نگاروں پر اعتراض موجود ہوں اور نتیجۃً یہ منہج درست سمت میں ترقی نہ کر رہاہو، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان سیرت نگاروں میں سے اکثریت کی سیرت نگاری کسی بھی ظاہری خامی سے مبرا ہے اور سیرت مصطفی ﷺ سے خلوص ،دیانت داری اور دین کا درد تو سب کا مسلم اور کسی بھی شک و شبہ سے بالا تر ہے۔نقد کرنے اور اعتراض کرنے کے پیچھے بھی چونکہ خلوص ہی کی کار فرمائی ہے، لہذا یہ سمجھنا چاہیے کہ اس سے صرف ان امور کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے ،جن کی طرف انسان غفلت ،کوتاہی یا کسی جذباتی کیفیت کے زیر اثر کسی وقت توجہ نہیں دے پاتا۔

سیرت نگاری میں محبت اور عقل کے توازن کی ضرورت پرمولانا سیدابو الحسن علی ندوی نے زور دیا ہے۔مشن سے محبت بھی بجا ہے، مگر وہ ایسا غلبہ نہ پالے کہ فن کے تقاضے نظر انداز ہو جائیں۔"با محمد ہوشیار"کی کیفیت کے ساتھ سچی واقعات نگاری ہی تقاضائے فن ہے۔

ہم منہج حرکی کے اب تک کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ منہج ابھی اپنے ارتقاء کے مراحل میں ہے۔ تحریکوں کی بظاہر ناکامی سے پھیلنے والی مایوسی نے اس جذباتی کیفیت کو ختم کرنے میں کردار ادا کیا ہے ،جو اس طرح کی کتب میں موجود تھی جو اب سیاست و ریاست کے سنجیدہ مطالعہ کے ذوق میں ڈھلتی محسوس ہوتی ہے۔ جہاں تک ان مصنفین کا تعلق ہے، جو پہلے ہی سیاست و ریاست نبویؐ کے میدان میں اپنی تحقیقات پیش کرچکے ہیں، تو ان میں سے ایک ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب ہیں، جن کی مقبولیت ، ثقاہت اور سیرت نگاری میں ان کے مرتبے کا یہ عالم ہے کہ ان کو " فن سیرت نگاری کا مجدد اور امام" تسلیم کیا گیا ہے۔

5۔سفارشات

۱۔ انقلاب اور تحریک کی اصطلاحات پر از سر نو غور کر کے ان کے معنیٰ کو نہ صرف متعین کیا جائے بلکہ ان کے استعمال کے حق میں اور مخالفت میں آراء کا غیر جانبداری سے جائزہ لیا جائے۔

۲۔ نبی پاک ﷺ کے ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سیرت نگاری میں آپ ﷺ کے لیے ادب و احترام اور تکریم کے الفاظ والقاب استعمال کیے جائیں۔

۳۔ سیرت نگاری کے حرکی منہج حرکی پر عربی کتب کا اردو میں ترجمہ کرنے کا اہتمام کیا جائے اور خاص طور پر سیاست وحکومت سے متعلق عالم عرب میں چھپنے والی کتب سے استفادہ کیا جائے۔

۴۔ منہج حرکی کے تمام سیرتی مواد کی استنادی حیثیت کا جائزہ ایک مربوط اور جدید تحقیق میں لیا جائے۔

۵۔ سیاست وریاست نبوی ﷺ کے متعلق کتب میں تحقیقی انداز سے دور نبوت ﷺ کے دروس واسباق کے موجودہ دور پر انطباق کی راہیں تلاش کی جائیں۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) الاحزاب ۳۳:۲۱

(۲) الشرح ۹۴: ۴

(۳) اسرار احمد، ڈاکٹر، منہج انقلاب نبوی، انجمن خدام القرآن، لاہور، ط ۲۰۱۱،۱۳، ص ۱۱

(۴) احمد الموصلی، الدکتور، موسوعة الحرکات الاسلامیة فی الوطن العربی و ایران و ترکیا۔ کانون الثانی، بیروت، ۲۰۰۴، ص ۷

(۵) المنجد عربی اردو، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۷۵، مادہ ن۔ھ۔ج

(۶) العضبان، منیر محمد، د۔المنہج الحرکی للسیرة النبویة، مکتبة المنار اردن،(س۔ن) ص ۷۵

(۷) محمد علیم، منہج حرکی سیرت نگاری کا جدید رجحان۔ تحقیقی مطالعہ، مقالہ ایم۔فل علوم اسلامیہ،(غیر مطبوعہ) علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۱۳، ص ۳۶۲

(۸) محمد سجاد، ڈاکٹر، دعوتِ نبوی ﷺ مراحل ومنہاج... سیرت نگاری کا اہم عصری رجحان۔ مشمولہ مقالات بین الاقوامی سیمینار: دور جدید میں سیرت نگاری کے رجحانات(۲۶ تا ۲۸ مارچ ۲۰۱۱ئ) ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد(غیر مطبوعہ)ص ۱۶۶

(۹) غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات سیرت، الفیصل ناشران، لاہور، ط سوم ۲۰۰۹، ص ۶۵۰

(۱۰) کشفی، ابوالخیر، اردو میں سیرت نگاری، مشمولہ نقش سیرت، مرتبہ نثار احمد، ادارہ نقش تحریر کراچی، ۱۹۶۸، ص ۷۵

(۱۱) شاہ علی، ڈاکٹر، اردو میں سوانح نگاری۔ گلڈ پبلشنگ ہاؤس، کراچی، ۱۹۶۱، ص ۲۱۳

(۱۲) غازی، محمود احمد، محولہ بالا، ص ۶۴۶

(۱۳) صدیقی، شکیل احمد، ڈاکٹر، اردو سیرت نگاری۔ انقلابی وتحریکی رجحان۔ معارف مجلہ تحقیق جولائی ۲۰۱۲، ص ۱۶۳

(۱۴) اسرار احمد، ڈاکٹر، اسلام کی نشاۃ ثانیہ۔ انجمن خدام القرآن، لاہور، ط ۱۵، ۲۰۱۱، ص ۱۶

(۱۵) صدیقی، یٰسین مظہر، ڈاکٹر، سیرت نبوی پر مغربی مصنفین کی انگریزی تصانیف۔ سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، جولائی۔ ستمبر ۱۹۸۴، ص ۲۸۷

(۱۶) عزیز احمد، پروفیسر، برصغیر میں اسلامی جدیدیت،(ترجمہ ڈاکٹر جمیل جالبی) ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۹۸ بحوالہ تحقیق الجہاد ص، ۷۸

(17) Syed Ameer Ali, The Spirit of Islam, Cosimo classic, New York, 2010. PP 281-283 ایضاً، ص۱۳۷۔بحوالہ

(۱۸) حالی،الطاف حسین ،تاریخ محمدی پر منصفانہ رائے ، قلمی نسخہ مخزونہ ،شیخ محمد اسماعیل پانی پتی ۔ ص ۲۳بحوالہ خالد، انور محمود،ڈاکٹر،اردو نثر میں سیرت رسول ﷺ،اقبال اکادمی پاکستان،لاہور،۱۹۸۹،ص۳۷۵

(۱۹) کاشمیری۔صلاح الدین۔ محولہ بالاص۳۵

(۲۰) دریابادی،عبدالماجد،سیرۃ نبوی قرآنی،مکہ بکس لاہور،س۔ن،ص۲۱۵

(۲۱) مبارکپوری،صفی الرحمن الرحیق المختوم،المکتبۃالسلفیۃ،لاہور،س۔ن،ص۴۷۵

(۲۲) نعیم صدیقی، محسن انسانیت،الفیصل ناشران لاہور،۲۰۱۰،ص۵۴۲

(۲۳) نعیم صدیقی، محسن انسانیت ﷺ،الفیصل ناشران وتاجران کتب،لاہور(بیالیسواں ایڈیشن)۲۰۱۰

(۲۴) صدیقی، محمد شکیل،اردو سیرت نگاری۔ انقلابی و تحریکی رجحان۔ معارف مجلہ تحقیق شمارہ نمبر ۴ جولائی دسمبر ۲۰۱۲،ادارہ معارف اسلامی،کراچی

(۲۵) نعیم صدیقی، محسن انسانیت،ص۱۷

(۲۶) نعیم صدیقی، محولہ بالا،ص۳۴

(۲۷) ایضاً، ص ۵۵

(۲۸) .سورۃ الانفال۸: ۲۶

(۲۹) گیلانی،سید اسعد،رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب،ادارہ ترجمان القرآن،لاہور،۲۰۰۸

(۳۰) ایضاً،ابتدائیہ وحرف ثانی،ص۱۳۔۱۵

(۳۱) ایضاً،ص۶۷

(۳۲) ایضاً،ص۵۳۹

(۳۳) الغضبان،منیر محمد،ڈاکٹر،المنہج الحرکی للسیرۃ النبویۃ ،مکتبہ المنار،الزرقاء۔اردن،س۔ن،

(۳۴) الشعراء۲۶: ۲۱۴

(۳۵) الغضبان،ص۳۱

(۳۶) ایضاً،ص۱۱۵

(۳۷) ایضاً،ص۱۴۵

(۳۸) ایضاً،ص۲۳۹

(۳۹) اسرار احمد،ڈاکٹر، منہج انقلاب نبویؐ۔مکتبہ خدام القران،لاہور،(ط۔۱۳) ۲۰۱۱

(۴۰) ایضاً، ص ۱۳
(۴۱) اسرار احمد ڈاکٹر، منہج انقلاب نبوی، ص ۸۷
(۴۲) ایضاً، ص ۳۰۶
(۴۳) ص ۲۷۴
(۴۴) قطب، محمد، کیف ندعوا الناس (اردو ترجمہ حامد کمال الدین) مطبوعات ایقاظ، لاہور ط ۲، مارچ ۲۰۰۸، عرض مترجم ص ۸۔
(۴۵) کشفی، ابوالخیر، اردو میں سیرت نگاری، مشمولہ نقش سیرت (مرتبہ نثار احمد) ادارہ نقش تحریر، کراچی، ۱۹۶۸
(۴۶) خرم مراد، کارکن اور قیادت سے تحریک کے تقاضے، منشورات، لاہور ۲۰۰۳، ص ۲۵
(۴۷) علوی، خالد، انسان کامل، یونیورسٹی بک ایجنسی، لاہور، ۱۹۷۴، ص ۱۵۸
(۴۸) ایضاً، ص ۲۲۷
(۴۹) قاسمی، مولانا اخلاق حسین، رسول اکرم ﷺ کی انقلابی سیرت، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۱۹۹۰ئ، ص ۷
(۵۰) البوطی، محمد سعید رمضان، فقہ السیرۃ، دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۰ھ، ص ۱۸
(۵۱) شبلی نعمانی، مولانا، سیرۃ النبی ﷺ۔ دار الاشاعت، کراچی، ۱۹۸۵ئ، مقدمہ، ص ۲۱
(۵۲) فراقی، تحسین، مشرقین کا سلوب سیرت نگاری اور مولانا عبد الماجد دریاباری۔ مشمولہ مقالات بین الاقوامی سیمینار: دور جدید میں سیرت نگاری کے رجحانات (۲۶ تا ۲۸ مارچ ۲۰۱۱ئ) ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد (غیر مطبوعہ) ص ۳۸۳
(۵۳) طاہر القادری، ڈاکٹر محمد، مقدمہ سیرۃ الرسول ﷺ، منہاج القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ط پانزدہم، ۲۰۱۱، ص ۴۵
(۵۴) وحید الدین، خان، مولانا، دین کی تعبیر، مکتبہ الرسالۃ، دہلی، ۱۹۹۰، ص ۱۱

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆